چھ خصلتیں جنت کا ذریعہ ہیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِضْمَنُوْا لِیْ سِتًّا مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَضْمَنْ لَکُمُ الْجَنَّۃَ: اَصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ، وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُّمْ، وَاَدُّوْا اِذَا ائْتُمِنْتُمْ، وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَکُمْ وَغَضُّوْا اَبْصَارَکُمْ وَکُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ»

[مسند احمد: ۵/۳۲۳۔ سلسلة الصحيحة: ۱۴۷۰]

''تم اپنے بارے میں ان چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں (محمد ﷺ) تمھیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں:

① ...... جب بات کرو تو سچی کرو۔

② ...... وعدہ کرو تو اسے پورا کرو۔

③ ...... تمہارے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس کا پاس کرو۔

④ ...... اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

⑤ ...... نگاہیں نیچی رکھو۔

⑥ ...... اور اپنے ہاتھوں کو روک لو۔

ابوعمار عبدالرحمٰن بلتستانی

عفت وعصمت کی فضیلت

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴾ [بنی اسرائیل:٣٢]

''خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیوں کہ وہ بڑی بے حیائی اور بہت ہی بری راہ ہے۔''

اسلام میں زنا چوں کہ بہت بڑا جرم ہے کہ کوئی شادی شدہ مرد یا عورت اس کا ارتکاب کرے تو اسے اسلامی معاشرے میں زندہ رہنے کا حق ہی نہیں۔ پھر اسے تلوار کے ایک وار سے مار دینا ہی کافی نہیں بلکہ حکم ہے کہ پتھر مار مار کر اس کی زندگی کا خاتمہ کیا جائے تا کہ وہ معاشرے میں نشانِ عبرت بن جائے۔ اس لیے یہاں فرمایا کہ زنا کے قریب مت جاؤ یعنی اس کے دواعی اور اسباب سے بھی بچ کر رہو۔ مثلاً غیر محرم عورت کو دیکھنا، اس سے اختلاط وکلام کی راہیں پیدا کرنا۔ اس طرح عورتوں کا بے پردہ اور بن سنور کر گھروں سے باہر نکلنا وغیرہ۔ ان تمام امور سے اجتناب ضروری ہے تا کہ اس بے حیائی سے بچا جا سکے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ .... وَرَجُلٌ دَعَتْهُ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ)) [صحیح بخاری:١٤٢٣]

''سات لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا کہ جس دن اس کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا............جس کو کسی حسین وجمیل اور حسب ونسب والی عورت نے برائی کی دعوت دی تو اس نے کہا: بلا شبہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔''

اسی طرح ایک اور حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ يَّضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ)) [بخاری:٦٤٧٤]

''جو شخص اپنے دو جبڑوں کے درمیان موجود زبان اور دو ٹانگوں کے درمیان (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے، میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

ان آیاتِ کریمہ اور احادیث شریفہ سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ ان تمام اسباب سے دور رہنا چاہیے جو زنا کی طرف لے جاتے ہیں اور ان اسباب سے بھی بچنا چاہیے جو شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔ ان احادیث کی روشنی میں مرد، عورت کی باہمی کشش کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ موجودہ دور میں جو کچھ فتنے پیدا ہوتے ہیں ان سے بھی اس کی پوری تائید ہوتی ہے۔ ہمارے لیے ہر دور اور ہر حال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت وعصمت کا کیا کہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے پتا چلتا ہے کہ ہمیں ان سے زیادہ شبہات سے بچنا چاہیے۔

''ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے میں ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے گئی چناں چہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی پھر اٹھی کہ واپس جاؤں۔ میرے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو لیے تا کہ مجھے آگے تک پہنچا دیں۔ ہم دونوں جا رہے تھے کہ دو انصاری گزرے، جب ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اور جلدی سے چل دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا: یہ میرے ساتھ صفیہ بنت حیی ہیں۔ ان دونوں نے کہا: ''سبحان اللہ'' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یعنی کیا آپ کے متعلق بھی ہم بدگمان ہو سکتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی میں شیطان خون کی طرح دوڑتا ہے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ تم دونوں کے دل میں کوئی بات نہ ڈال دے۔'' [مسلم:٢١٧٥]

فہرست

اجنبی خاتون سے گفتگو

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ﴾ [الاحزاب:۵۳]

''اور جب پیغمبر کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔''

اجنبی خاتون سے خلوت

((لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَۃٍ اِلَّا وَ مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ))

[مسلم:۳۲۷۲]

''تم میں سے کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے مگر محرم کے ساتھ۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی ۔

''اے اللہ! میں تجھ سے تقویٰ، گناہ سے بچاؤ اور بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔''

[مسلم:۲۷۲۱]

گوہر مراد

اداریہ ═══ حافظ احمد شاکر

قیام پاکستان کے لیے عوام کو جو نعرہ دیا گیا، یا جو وعدے کیے گئے وہ کس قدر پورے ہوئے اور ان وعدوں کو اس کی بانی جماعت اور باقی ماندہ لیڈروں نے کس قدر پورا کیا وہ اب اندازے اور خیالات نہیں بلکہ سب کے سامنے ہیں۔ ہاں مملکت خداداد پاکستان پر جو افراد مسلط کیے جاتے رہے یا جن کو حکم رانی کے لیے پسند کیا اور چنا جاتا رہا ان کے کارنامے یا کرتوتیں، ہوس اقتدار، خواہش مال وزر، اقتدار کا ارتکاز، اختیارات کی لامتناہی خواہشات، بنی اسرائیل کی طرح قانون نافذ کرنے کی طبقاتی تفریق، اختلاف کی عدمِ برداشت، مخالفین کی سرکوبی، اقربا پروری، دوست نوازی، عوامی ضروریات وخواہشات کی بجائے آقائے ولی نعمت کی خدمت گزاری، جی حضوری اور اطاعت شعاری وطن عزیز کی تاریخ کے یہ وہ سیاہ ابواب ہیں جو رقم ہو چکے ہیں تاریخ جن کو محفوظ کر چکی ہے۔

اس میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ دنیا بھر کی نسبت وطن عزیز وسائل ...... افرادی، علمی، فنی، ذہنی ...... کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کے باوجود زوال پذیر ہے اور کیوں ہے؟ اس کا مختصر جواب سوچا جائے تو ذہن میں اللہ تعالیٰ سے دوری، دین ...... جس کا نعرہ دیا گیا تھا ...... سے لاتعلقی ...... قرآن حکیم کے واضح حکم ہونے کے باوجود ...... کفار سے دوستی ہی نہیں راز داری بھی، خود غرضی مسلم امہ سے عموماً اور پاکستانی عوام کے مصائب ومشکلات اور ضروریات سے بے حسی ایسی باتوں کا جواب آتا ہے۔ وطن عزیز میں پنج آب ...... یعنی پنجاب ...... ہونے کے باوجود بجلی اور پانی کی قلت، زراعت کی جملہ سہولتوں بلکہ نعمتوں کے باوجود غلہ ...... گندم، چاول، دالوں ...... کی کم یابی، سبزہ یعنی چارہ ہونے کے باوجود دودھ، دیسی گھی اور گوشت کی روز افزوں مہنگائی، اور مسلکی اختلاف کے باعث مسلمانوں کی باہمی سر پھٹول! کیا یہ سب اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی اور لیڈروں کی عوام سے دھوکہ دہی کے باعث نہیں؟ کیوں نہیں یہ سب ہماری کرتوتوں ہی کا نتیجہ ہے۔

آیئے ان حالات کو ایک دوسرے زاویے سے دیکھیں:

سادگی کہیں، ناسمجھی کہیں یا غفلت کہ ۱۱/۹ کے بعد شروع ہونے والی صلیبی جنگ، جسے امریکا نے نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کا عنوان دے رکھا ہے، کو امریکی صدر کے اعتراف واظہار کے باوجود مسلم امہ اب تک اس کو صلیبی جنگ تسلیم نہیں کر رہی۔ عراق ایران جنگ اور عراق کویت جنگ میں خون مسلم کس قدر بہا اور کتنا عرصہ بہتا رہا؟ بعض مدبر اور دانش وران برادر مسلم ممالک کی باہمی جنگوں کو امریکا کی سوچی سمجھی منصوبہ بندی کے تحت مسلمانوں کی ایک جواں نسل کی تباہی کہتے تھے اور اب تک کہتے ہیں اس کو کلی طور پر مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ جذباتی مسلمانوں کی طبع نازک پر یہ بات اس وقت اگرچہ گراں گزرتی تھی لیکن یہ بات عیاں اور نمایاں ہو چکی ہے کہ مسلم امہ کو کمزور اور ناتواں کرنے کے لیے ہی اس نے یہ پالیسی اپنائی تھی۔ ایران عراق جنگ کم وبیش ۸ سال رہی اس میں ہزاروں بلکہ شاید لاکھوں مسلمانوں کے جانی نقصان کے علاوہ وطن عزیز میں ایک بہت بڑا نقصان یہ ہوا کہ مسلکی بنیادوں پر عسکری تربیت اور عسکری حلقے بنانے کی ...... بلاضرورت ...... پہلے ریت پڑ گئی پھر اس کو ضرورت جان لیا گیا جس کے بعد وطن عزیز میں مسلکی دہشت گردی کی ابتدا کر دی گئی۔ جس کا پہلا مظاہرہ قلعہ چھمن سنگھ میں بم دھماکہ سے کیا گیا جس میں جماعت اہل حدیث کی عظیم علمی وتبلیغی شخصیات کو نشانہ بنایا گیا۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ صلیبی جنگ اصل میں شکست روس کے بعد ہی أنا و لا غیری کے مصداق امریکا نے یہ جان کر شروع کر دی تھی کہ جو ناتواں اور منتشر مسلمان جہاد کے نام پر یکجان ہو کر روس جیسے ریچھ کو شکست سے دوچار کر سکتے ہیں ان سے کچھ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ چناں چہ طاغوت کا صدیوں کا بغض چھپا نہ رہ سکا۔ اس نے جنیوا مذاکرات کے بعد ہی صلیبی جنگ کی حکمت عملی کو نیو ورلڈ کا نام دے کر اوپن کر دیا، کہ امریکا دنیا کے لیے آئندہ

یہ پروگرام رکھتا ہے۔ چناں چہ اگست ۸۸ء سے اکتوبر ۹۹ء تک یکے بعد دیگرے تین عبوری اور چار جمہوری حکومتیں آئیں اور گئیں جن کے ذریعہ بے دینی، بے حیائی، انارکی اور آوارگی کا فروغ ہوا جن کے باعث وطن عزیز سیاسی ومعاشی عدم استحکام کا شکار رہا۔

....

عالمی حالات سے باخبر دانشوروں کا کہنا ہے کہ نام نہاد امن پسند یورپ، خصوصاً صہیونی لابی کی معیشت یعنی ان کی آمدن کا اہم ذریعہ عموماً اسلحہ سازی ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ دنیا میں قیام امن کا ''بوجھ'' یورپ کے ان امن پسندوں نے اس لیے اٹھا رکھا ہے کہ انہوں نے اپنا اسلحہ بیچنا ہوتا ہے ان کا کچھ اسلحہ عراق ایران جنگ میں بک گیا، کچھ کشمیر، سربیا، چیچنیا، قبرص، فلسطین میں بک گیا اور بک رہا ہے۔ بہت سا زائد المیعاد بے کار اسلحہ عراق کویت جنگ میں پھینک کر اس کی قیمت وصول کر چکے ہیں۔ لیکن تیسری جنگ عظیم کے نام پر یورپ سے باہر کسی سرزمین کو میدانِ جنگ بنانا چاہتے تھے جب کہ ماضی کی پاک بھارت کی دانا حکومتیں ان کی اس چال کو سمجھ کر کئی مرتبہ اس آزمائش سے دامن بچا چکی تھیں۔

اب یورپ کی چاندی یوں ہوگئی کہ ایک گوہر مراد اس کے ہاتھ لگ گیا، جس کی مملکت بھی مسلمان تھی اور اس کا پڑوسی بھی مسلمان۔ لہٰذا اس نے ایک تیر سے دو شکار کیے کہ اس کا اسلحہ بھی فروخت ہوگیا اور ہلاک بھی اس کا دشمن ہونے لگا۔

اس تناظر میں دیکھیں تو امریکی انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواروں میں سے آہستہ آہستہ کوئی جنگ عظیم ثالث کا نام لے رہا ہے اور کوئی اصل نشانہ پاکستان کو بنا ڈالنے کے عزم کا اظہار کر رہا ہے۔ اس نے اب تک اپنے گوہر مراد کو بے ساکھیاں دے رکھی ہیں جو شامت اعمال کی صورت میں ہم پر ابھی تک مسلط ہے اور نہ جانے ہمیں کب تک یہ برداشت کرنا پڑے گا۔

وہ سحر جمہوریت جس کی آمد کا غلغلہ ایک عرصے تک عوام سنتے رہے افسوس کہ طلوع ہوئی تو یہ وہ سحر نہ تھی یہ تو ۸ سالہ روشن خیال دور حکومت کا بروز ہی نکلا یعنی نوزائدہ جمہوری حکومت اغیار کی اسی پالیسی پر عمل پیرا رہی، اسی کی اطاعت شعاری اور اسی کی خدمت گزاری کو ہی اس نے حرزِ جاں بنالیا، سوات کا آتش فشاں، ۱۸ فروری کے بعد ایک مرتبہ سرد ہو رہا تھا وہ اب دوبارہ سلگنے لگ گیا ہے۔ وزیرستان و دیگر مغربی سرحدی پٹی پر امریکا بہادر نے اب پھر آنا جانا اور بم برسانے شروع کردیے، مسلمان کو مسلمان کا دشمن بنانا تو آسان نہیں ہوتا، ہمارا خیال ہے کہ مسلمان کے بھیس میں کے۔ جی۔ بی را، خاد، اور سی آئی اے کے ایجنٹ مسلمانوں کے بھیس میں مسلمانوں کی جانیں مار رہے ہیں۔

ایں ہمہ آوردۂ تست:

پنجاب کے متحرک، فعال اور ان تھک وزیر اعلیٰ ...... بقول عوام الناس ......شہباز کی پرواز کے ساتھ عوام کی خدمت گزاری میں مصروف ہیں۔ پچھلے دنوں پھر ماں کا ایک لعل اور باپ کے جگر کا ایک ٹکڑا عمیر نامی بچہ ہندوانہ کھیل پتنگ بازی کی بھینٹ چڑھ گیا تھا۔ حسب معمول میاں صاحب اس کے گھر پہنچ گئے، اس کے والدین کو پرسہ دیا ان کی دادرسی کی، ان کو نقد امداد دی اور ساتھ ہی اعلان فرمایا کہ اس جان لیوا کھیل پر مکمل پابندی لگائی جائے گی۔

میاں صاحب اپنی غیر معمولی انتظامی صلاحیتوں، جرأت اور ان تھک محنت کے باعث اگر وہ اس رسم بد پر پابندی لگا سکیں تو یہ پاکستانی عوام پر احسان تو ہوگا ہی مزید یہ کہ شاید یہ عمل اور کوشش اس بات کا کفارہ بھی ہوجائے کہ اس رسم بد نے انھی کے سابقہ دورِ حکومت میں پر پرزے نکالے اور خون آشامیاں پھیلائی تھیں جب اس ہندوانہ رسم میں شرکت کے لیے حکومتی دعوت پر بھارت سے مہمانان خصوصی مدعو کے گئے اور لاہور کی بعض بلند وبالا عمارتوں اور ہوٹلوں پر ان کی ''خاص'' ضیافت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جناب میاں صاحب اگر بسنت کے اس خونی کھیل کو بند کرنے میں کامیاب ہوجائیں تو یہ یقیناً نیکی ہوگی جو ان کے لیے اجر کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ ہم درخواست کرتے ہیں کہ اس رسم ہی کی مانند آتش بازی کی جان لیوا رسم جس پر شادی، یوم آزادی، یوم پاکستان وغیرہ پر جو لاکھوں روپے ضائع کیے جاتے ہیں ان کی بچت کریں۔ نیز ہماری قوم کو بارود کے استعمال کا جو علم اور تجربہ ہو چکا ہے اس کو ہی کافی جان کر شب معراج، شب برات وغیرہ آتش بازی پر مکمل پابندی لگانے کا حکم جاری کردیں۔ ان شاء اللہ یہ بھی عمل صالح ہے اس کی جزا بھی اللہ تعالیٰ دے گا۔

تفسیر سورۃ الفاتحہ

حضرت مولانا نواب سید صدیق حسن خاں رحمہ اللہ ...... تسہیل: ابوبکر ظفر

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ یہ واضح دعا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے بندے کا حصہ ہے گویا بندہ نہایت گڑگڑا اور چمٹ کر یہ سوال کرتا ہے کہ تو مجھے یہ عظیم مطلوب عطا فرما۔ کیوں کہ اس سے بڑھ کر اور افضل ترین دنیا و آخرت میں کوئی چیز کسی کو نہیں دی گئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح (حدیبیہ) کے بعد اپنے رسول ﷺ پر یہ احسان کیا اور فرمایا:

﴿ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴾ [الفتح:۲]

''اور آپ کو سیدھی راہ دکھادی۔''

اس جگہ ہدایت سے مراد ارشاد و توفیق ہے۔

اب انسان اس مسئلہ میں اپنی ضرورت کے مطابق غور کرے، کیوں کہ اس ہدایت کے ضمن میں علم نافع اور عمل صالح آتے ہیں، جب کہ پوری استقامت اور کمال ثابت قدمی سے اپنی موت تک سرانجام دیئے جائیں۔

صراط کہتے ہیں سیدھی اور کشادہ راہ کو جس میں کوئی کجی نہ ہو۔ اس راہ سے مراد وہ دین ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا ہے، یہ دین اتباع کتاب وسنت سے عبارت ہے۔ لہٰذا اس اتباع کی مخالفت میں جو کام ہیں وہ درست نہیں ٹیڑھے ہیں، اگر یہ ٹیڑھ پن عقیدہ میں ہے تو شرک ہے اور اگر عمل میں ہے تو بدعت ہے۔ یہ سیدھا راستہ ہے اس کے علاوہ جتنے راستے ہیں وہ سب ٹیڑھے ہیں اور صراطِ مستقیم سے منحرف ہیں۔ لہٰذا حدیث میں منقول ہے کہ ''شرک کے ستر (۷۰) دروازے ہیں اور بدعت کے بہتر (۷۲) دروازے ہیں۔''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے ایک لائن کھینچی پھر فرمایا: ''یہ اللہ کی راہ ہے۔'' پھر اس کے دائیں بائیں کچھ اور لائنیں کھینچیں اور فرمایا: ''ان میں سے ہر راہ پر ایک شیطان ہے جو انسان کو اس طرف بلاتا ہے'' اور یہ آیت پڑھی:

﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الانعام:۱۵۳]

''یہ میری سیدھی راہ ہے اس پر چلو، اس راہ کو چھوڑ کر اور راہوں پر نہ چلو وہ تم کو (اُس کی راہ سے) جدا جدا کر دیں گی، اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کی وصیت کرتا ہے تاکہ تم منزل پر پہنچے سے رہ نہ جاؤ۔'' [مسند احمد: ۱/۴۳۵۔ سنن دارمی، رقم: ۲۰۲۔ ابن ماجہ: ۱۱]

اس حدیث میں کتاب وسنت کی اتباع کو صراطِ مستقیم فرمایا ہے اور دوسری راہوں کو شرک وبدعت ٹھہرایا اور ان کی پیروی سے منع فرمایا ہے۔ اس میں نہی دراصل حرمت کے لیے بیان ہوئی ہے۔ اسی طرح حکم وجوب کے لیے ہے۔ اب جو شخص آپ ﷺ کی اس نہی پر عمل کرے (یعنی اُسے اپنائے) اور آپ ﷺ کے حکم کو چھوڑ دے تو وہ شخص واضح گمراہ اور صراطِ مستقیم سے منحرف ہے۔ لہٰذا بہتر فرقے جو ان راہوں پر چلتے ہیں ان کو جہنمی کہا اور صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کو نجات یافتہ ٹھہرایا اور فرمایا کہ فرقہ ناجیہ وہی ہے جو میری اور میرے صحابہ کی راہ پر ہے۔ یہ وہی صراطِ مستقیم ہے جس کی وصیت اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں فرمائی اور ہم کو سورہ فاتحہ میں اس کے سوال کا طریقہ سکھایا ہے۔

﴿ صراط الذين انعمت عليهم ﴾ اس جگہ ''جن پر انعام کیا گیا'' سے مراد یا تو گزشتہ انبیاء اور ان کے صحابہ کرام ہیں جو خالص توحید پر گزرے ہیں اور توحید الوہیت وربوبیت کے قائل اور اس کے مطابق عمل کرنے والے تھے۔ یا ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں اور ان کے صحابہ عالی مقام ہیں جو ہمیشہ قرآن وحدیث کے پیروکار رہے ہیں اور اس سیدھی راہ سے دائیں بائیں نہیں ہوئے۔

سو بندہ نماز کی ہر رکعت میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتا ہے کہ مجھے ان کی راہ دکھا، اور ہر شخص پر یہ فرض ہے کہ وہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرے کہ سیدھی راہ وہی ہے جس کے سوال کی ہم کو ہدایت کی (گئی) ہے، اس راہ کے مخالف جو طریق عبادت یا طریق علم ہو وہ مستقیم (سیدھا) نہیں ہے بلکہ ٹیڑھا ہے۔ دائیں اور بائیں ہر راستے پر ایک شیطان موجود ہے جو اس (انسان) کو اس ٹیڑھی راہ کی طرف بلاتا ہے۔

اس آیت کا یہ پہلا واجبی تقاضا ہے، انسان اپنے دل میں اس کا عقیدہ رکھے اور شیطان کے اس فریب سے بچے کہ عمومی طور پر تو عقیدہ رکھے لیکن تفصیلات (شریعت) کو ترک کردے، کیوں کہ اکثر گمراہ لوگ اور فرقے یہ عقیدہ (تو) رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ حق پر ہیں اور آپ ﷺ کا مخالف باطل (گمراہی) پر ہے، لیکن جب ان کی مرضی کے خلاف کوئی حکم ان کے سامنے آتا ہے تو وہ اس آیت ﴿ **فریقا کذبوا وفریقا یقتلون** [المائدہ: ۷۰] ﴾ کے مصداق ہوجاتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ مشرکین کے عقیدہ کی طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ربّ، خالق، رازق اور متصرف جانتے ہیں، لیکن جب ان سے یہ کہو کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو کیوں کہ یہی شرک ہے تو پھر قبول نہیں کرتے۔

اسی طرح اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث پر ہمارا ایمان ہے، لیکن جب امتحان کا وقت آتا ہے تو قرآن وحدیث کو چھوڑ کر تیری میری بات کو دلیل بنا لیتے ہیں۔ اسی کا نام تقلید اور خواہش پرستی ہے۔ لہٰذا مشرکین اور کفار کے بارے میں تقلید بیان کی ہے اور خواہشات کو اس آدمی کا معبود بتایا ہے جو اُن کی پیروی کرتا ہے۔

﴿ اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ﴾ [الفرقان: ۴۳]

''کیا تو نے اس (شخص) کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو الٰہ (معبود) بنالیا۔''

جس شخص کا معبود اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہے، وہی تو مشرک ہے اور راہ راست سے منحرف ہے۔

فَالْکُفْرُ لَیْسَ سِوَی الْعِنَادِ وَرَدِّمَا
جَآءَ الرَّسُوْلُ بِهٖ لِقَوْلِ فُلَانٍ

فَانْظُرْ لَعَلَّكَ هٰکَذَا دُوْنَ الَّتِیْ
قَدْ قَالَهَا فَتَبُوْأُ بِالْخُسْرَانِ

''آپ ﷺ جو چیز لائے ہیں (اسے) کسی کے قول کی وجہ سے ضد کرتے ہوئے رَدّ کردینا کفر نہیں تو کیا ہے؟ پھر تو اپنے بارے میں سوچ تو ایسا تو نہیں ہے؟ کہیں تو نقصان میں نہ رہے۔''

﴿ **غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** ﴾ جن پر غصہ ہوا، ان لوگوں سے مراد وہ علماء ہیں جنہوں نے اپنے علم پر عمل نہ کیا۔ اور جو گمراہ ہوگئے، ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو بغیر علم کے عمل کرتے ہیں۔

پہلی صفت یہودیوں کی جب کہ دوسری عیسائیوں کی ہے۔ لہٰذا سفیان بن عیینہ نے کہا ہے:

مَنْ فَسَدَ مِنْ عُلَمَآءِ نَا فَفِیْهِ شِبْهٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ وَمَنْ فَسَدَ مِنْ عُبَّادِنَا فَفِیْهِ شِبْهٌ مِّنَ النَّصَارٰی۔

''جو ہمارے علماء میں بگڑے ہیں ان میں یہودیوں کی مشابہت ہے اور جو عبادت گزاروں میں سے بگڑے ہیں ان میں عیسائیوں کی مشابہت موجود ہے۔''

جب تفاسیر میں بہت سے لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ مغضوب علیہم سے مراد یہود اور ضالین سے مراد عیسائی ہیں تو جاہل شخص کو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ آیت انھیں کے ساتھ خاص ہے۔ حالاں کہ ربّ تعالیٰ نے اس پر یہ بات فرض کی ہے کہ وہ یہ دعا کرے اور ان صفات والوں کی راہ سے پناہ مانگے، سو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس کو یہ دعا سکھائے اور یہ سوال کرنا اس پر فرض کرے لیکن ان کے ان افعال سے ڈرانا مقصود نہ ہو؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ کا اس تعلیم سے مطلب یہ ہے کہ مومن عقیدہ، اعمال، اقوال، حرکات وسکنات اور دوسرے کاموں میں ان مذکورہ دونوں فرقوں سے ڈرے اور ان کی مشابہت سے ہزاروں میل دور بھاگے اس لیے کہ قرآنِ مجید میں فرمایا:

﴿ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ﴾ [المائدۃ: ۵۱]

''جو ان سے دوستی کرے وہ انہی سے ہے۔''

اور حدیث شریف میں آیا ہے:

﴿ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ﴾

[ابوداؤد: ٤٠٣١ ۔ مسند احمد: ٢/ ٥٠]

''جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔''

اب دیکھو ڈرانا تو کجا! جو شخص ان کو یہ بات کہتا ہے کہ تم سورہ فاتحہ کے مضامین کے مطابق عمل کرو یعنی موحد بن جاؤ، صراطِ مستقیم کی اتباع کرو، کتاب وسنت پر چلو، دین اسلام کے مخالفین کے طریقے چھوڑو، لوگوں کی تقلید سے بھاگو، قرآن وحدیث کی نصوص (احکام) کو پکڑو، دین میں نئے کاموں سے بچو اور شرک وبدعت کی اقسام سے دور رہو تو یہ لوگ خود اس بے چارے داعی الی اللہ اور ہادی وراہنما کو گمراہ اور بدعتی سمجھتے ہیں بلکہ اس کو کافر کہتے ہیں ۔

يَا فِرْقَةٌ جَهِلَتْ نُصُوصَ نَبِيِّهَا
وَ قُصُودَهُ وَ حَقَائِقَ الْإِيْمَانِ
فَسَطَوْا عَلٰی اَتْبَاعِهِ وَ جُنُوْدِهٖ
بِالْبَغْيِ وَ التَّكْفِيْرِ وَ الطُّغْيَانِ
لِلّٰهِ حَقٌّ لَا يَكُوْنُ لِغَيْرِهٖ
وَلِعَبْدِهٖ حَقٌّ هُمَا حَقَّانِ
لَا تَجْعَلِ الْحَقَّيْنِ حَقًّا وَاحِدًا
مِنْ غَيْرِ تَمْيِيْزٍ وَلَا فُرْقَانِ

افسوس اس گروہ پر جو اپنے نبی کی باتوں، ان کے مقاصد اور ایمان کی حقیقتوں سے ناواقف ہے۔ اس نبی کے پیروکاروں اور لشکروں پر بغاوت، کفر اور سرکشی کے (الفاظ سے) حملے کرتے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور ایک بندے کا حق ہے یہ دونوں حق ہیں۔ ان دونوں کو فرق اور امتیاز کے بغیر ہی ایک نہ کر دینا۔

آمین سورہ فاتحہ میں شامل نہیں۔ لیکن دعا کے الفاظ ومعانی پر آمین کہی جاتی ہے۔ یعنی اے اللہ! تو ہماری اس ثنا ودعا کو قبول فرما۔ لہٰذا بے علم شخص کو یہ بات بتا دینی چاہیے تا کہ وہ اس لفظ کو سورہ فاتحہ کا حصہ نہ سمجھ لے۔

مجموعی طور پر سورہ فاتحہ میں کئی مسائل ہیں:

① ...... **ایاك نعبد وایاك نستعین** میں خالص توحید بیان ہوئی ہے۔

② ...... **اھدنا الصراط المستقیم** میں حق کی پیروی کا بیان ہے۔

③ ...... دین کے ارکان محبت، امید اور خوف کا بیان ہے۔ محبت کا ذکر پہلے جملہ الحمد للہ رب العالمین میں ہے، امید دوسرے جملہ الرحمٰن الرحیم میں ہے اور خوف کا ذکر تیسرے جملہ مالک یوم الدین میں ہے۔

④ ...... پہلی آیت سے لاعلمی کی بنا پر اکثر لوگ ہلاک ہوں گے یعنی الحمد للہ۔ اور تمام جہانوں کی ربوبیت کو پوری طرح تسلیم کرنا۔

⑤ ...... سب سے پہلے جن پر انعامات کیے گئے اور جن پر غضب ہوا ان میں سے لوگوں کا بیان۔

⑥ ...... جن پر انعامات ہوئے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے خاص احسان اور حمد کا اظہار ہے۔

⑦ ...... **غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور بزرگی کا اظہار ہے۔

⑧ ...... سورہ فاتحہ دعا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ غافل دل کی دعا قبول نہیں ہوتی ۔

حسن دعای تو گر مستجاب نیست مرنج
ترا زبان دگر و دل دگر دعا چہ کند

⑨ ...... صراط الذین انعمت علیھم میں دلیل ہے کہ اجماع جب کہ موجود ہو قابل حجت ہے۔

⑩ ...... انسان جب خود اپنے حوالے کر دیا جائے گا تو یہ اس کی ہلاکت ہوگی۔

⑪ ...... توکل کا بیان ہے جب کہ انسان خود اپنے اوپر بھروسہ کر لے۔

⑫ ...... شرک کے باطل ہونے پر تنبیہ ہے۔

⑬ ...... بدعت کے باطل ہونے پر تنبیہ ہے۔

⑭ ...... سورہ فاتحہ کی آیات ہیں، اگر انسان اس سورہ کی ہر آیت کو سمجھ لے تو اللہ کی توفیق سے کامل ہو جائے گا۔ اہل علم نے ہر آیت کے معنی بیان کرنے کے لیے الگ الگ تصنیفات لکھی ہیں۔

فائدہ: قرآنِ کریم کی تلاوت اور کتاب اللہ کے سیکھنے سکھانے کی جو ترغیب احادیث میں آئی ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ وہ سب سورہ فاتحہ کی تلاوت اور اس کے سیکھنے سکھانے پر بھی مترتب (لاگو) ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ سورہ فاتحہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، افضل اور جامع ترین کلام ہے۔ لہٰذا بالخصوص اس سورہ مبارکہ کے بارے جو فضائل آئے ہیں ان میں سے:

① ......ابوسعید بن معلیٰ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيُ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِيُ أُوتِيتُهٗ))

[بخاری: ٥٠٠٦]

''سورہ فاتحہ سات مکرر (بار بار پڑھی جانے والی) آیات ہیں اور قرآنِ عظیم جو مجھے دیا گیا ہے۔''

اس مختصر سورہ پر قرآنِ عظیم کا لفظ بولنا اس کلام عالی مقام کے کمال عظمت کی دلیل ہے۔

② ......ابی بن کعب سے روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِيُ نَفُسِيُ بِيَدِهٖ مَا أُنْزِلَتُ فِي التَّوُرَاةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُوُرِ وَلَا فِي الْفُرُقَانِ مِثْلُهَا وَإِنَّهَا سَبُعٌ مِنَ الْمَثَانِيُ وَالْقُرُآنُ الْعَظِيُمُ الَّذِيُ أُعُطِيتُهٗ۔

[رواہ الترمذی: ٢٨٧٥۔ نسائی: ٩١٤۔ مسند احمد: ٢/ ٣٥٧]

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن میں ایسی سورۃ نہیں ہے اور یہ سات آیتیں ہیں بار بار پڑھی جانے والی اور قرآنِ عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔''

یہ حدیث اس سورۃ کی عظمت پر قطعی دلیل ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ نے بعد میں بیان ہونے والے مضمون کی تاکید کے لیے پہلے قسم کھائی، آپ ﷺ کی قسم بے شک سچی ہے، پھر اس کو چاروں آسمانی کتابوں سے بہتر ٹھہرایا کہ اس جیسی فاضل اور جامع ترین سورہ کسی گزشتہ کتاب میں نہیں اتری حتیٰ کہ قرآنِ مجید میں بھی اپنے مخصوص معانی کے اعتبار سے اس کے برابر کی کوئی سورہ نہیں ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا مبالغہ ہوسکتا ہے کہ اس جزو کو سارے قرآن سے بڑا قرار دیا اور خود اس تھوڑے حصہ کو قرآنِ عظیم فرمایا ہے۔

مثانی اس لیے کہا کہ یا تو یہ دوبار اتری ہے، ایک بار مکہ میں اور بار دیگر مدینہ میں، سو یہ دوبار اترنا بجائے خود اس کی فضیلت اور بزرگی کی ایک قوی دلیل ہے، یا یہ ہر نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے۔

③ ......انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس شخص کو جو دورانِ سفر آپ کے قریب ہی اترا تھا فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَفْضَلِ الْقُرْآنِ ؟)) قَالَ: بَلٰى۔ فَتَلَا ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾

[ابن حبان، مستدرك حاكم: ١/ ٥٦٠]

''تجھ کو میں افضل قرآن بتاؤں؟ صحابی بولا کیوں نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے سورہ فاتحہ تلاوت کی۔''

اس جگہ اس سورہ کو قرآنِ مجید میں سب سے افضل ٹھہرایا، وللہ الحمد.

④ ......ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں یہ الفاظ کہے تھے:

نِصُفُهَا لِيُ وَنِصُفُهَا لِعَبُدِيُ ۔ [مسلم: ٣٩٥]

''سورہ فاتحہ آدھی میری اور آدھی میرے بندے کی ہے۔''

یہ حدیث قدسی ہے۔

⑤ ......ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جبریل آپ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں اوپر سے ایک آواز سنی، جبریل نے کہا: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھلا ہے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا۔ پھر اس دروازے سے ایک فرشتہ اترا یہ فرشتہ پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا، آج اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا ہے:

اَبْشِرُ بِنُوُرَيْنِ أُوُتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيُمُ سُوُرَةِ الْبَقَرَةِ لَنُ تَقْرَءَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا أُعُطِيْتَهٗ ۔ [مسلم، رقم: ٢٥٤/ ٨٠٦]

''آپ دونوروں سے خوش ہوجایے جو آپ کو دیئے گئے

ہیں، آپ سے پہلے یہ کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ سورۃ فاتحہ اور سورہ بقرہ کا آخر، آپ ان دونوں کا جو حرف بھی پڑھیں گے آپ کو اس کا ثواب ملے گا۔''

فائدہ: ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ أَجْذَمُ ۔ [ابوداود: ۴۸۴۰۔ ابن ماجہ: ۱۸۹۴۔ مسند احمد: ۲/ ۳۵۹]

''جو کام بسم اللہ کے بغیر شروع کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔''

یعنی جس عمدہ کام کو بسم اللہ سے شروع نہیں کرتے وہ بے برکت ہو جاتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

كَانَ جِبْرِيْلُ اِذَا جَآءَ بِالْوَحْيِ اَوَّلُ مَا يُلْقِيْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ [دارقطنی: ۱/ ۳۰۵]

''جبریل علیہ السلام جب وحی لاتے تو پہلے بسم اللہ القا کرتے۔''

یہ دلیل ہے اس بات کی کہ بسم اللہ ہر سورۃ کی ایک مستقل آیت ہے۔ شعبی نے کہا بسم اللہ اسم اعظم ہے۔ بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ منقول ہیں:

اِسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ هُوَ اللّٰهُ اَلَا تَرٰى اَنَّهٗ فِيْ جَمِيْعِ الْقُرْاٰنِ يُبْدَأُ بِهٖ قَبْلَ كُلِّ اِسْمٍ ۔

''اللہ کا اسم اعظم وہی ہے اللہ، آپ نہیں دیکھتے کہ سارے قرآن میں وہی ہر نام سے پہلے شروع کیا جاتا ہے۔''

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب آپ کسی پریشانی میں مبتلا ہوں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھو جو مختلف پریشانیاں آئی ہیں اللہ تعالیٰ اس وجہ سے انھیں دور کر دیتا ہے۔'' [ابن سنی والسیوطی، عن ابن عباس نحوہ مطولا]

سورۃ فاتحہ کے بارے میں صحیحین میں مذکور ہے:

《 وَمَا يُدْرِيْكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ 》 [صحیح بخاری: ۲۲۷۶]

''تجھے کس نے خبر دی کہ یہ دم ہے۔''

اور بعض روایات میں فرمایا ہے:

شِفَآءٌ مِّنْ كُلِّ دَآءٍ ۔ [سنن دارمی: ۲/ ۴۴۵]

''یہ ہر بیماری سے شفا کا باعث ہے۔''

معقل بن یسار کی حدیث میں یوں آیا ہے کہ مجھے یہ فاتحہ عرش کے نیچے سے دی گئی ہے۔ [مستدرك حاكم: ۱/ ۵۵۹]

سورۂ فاتحہ سے دم کا ذکر کتاب الداء والدواء میں لکھا گیا ہے۔ وللہ الحمد

اہل علم کی ایک جماعت نے سورہ فاتحہ کی تفسیر مستقل طور پر لکھی ہے اور کچھ لوگوں نے اس سے بہت سے علوم بیان کیے ہیں۔ کتاب منازل السائرین اور اس کی شرح مدارج السالکین اور رسالہ تجرید التوحید المفید للمقریزی گویا سورہ فاتحہ کی تفسیر ہیں۔ کتاب الدین الخالص کے مؤلف نے اپنی کتاب میں اس سورہ میں تیس مقامات پر استدلال کیا ہے۔ وللہ الحمد

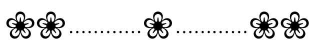
فتح البیان اور ترجمان القرآن میں اس کی جو تفسیر لکھی گئی ہے اس جگہ اس کے علاوہ تفسیر لکھی ہے۔

در بند آن مباش کہ مضمون نماندہ است
صد سال میتوان سخن از زلف یار گفت

غرض یہ کہ توحید کی بسم اللہ یہی بسملہ وفاتحہ ہے جس نے اس معنی کو سمجھ کر عمل کیا تو وہ خالص موحد ہوگا اور کامیاب کہلائے گا اور جس نے اپنا عقیدہ و عمل اس کے مخالف رکھا وہ مشرک یا بدعتی ہوگا۔ اللھم احفظنا

كُنْ كَيْفَ شِئْتَ فَاِنَّ اللّٰهَ ذُوْ كَرَمٍ
وَمَا عَلَيْكَ اِذَا اَذْنَبْتَ مِنْ بَأْسٍ
اِلَّا اثْنَتَيْنِ فَلَا تَقْرَبْهُمَا أَبَدًا
اَلشِّرْكَ بِاللّٰهِ وَالْاِيْذَاءَ لِلنَّاسِ

''جس طرح چاہتے ہو رہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور تجھ پر کسی گناہ کا اتنا خوف نہیں ہے۔ جتنا دو کا ہے ہرگز ان کے نزدیک نہ جانا، اللہ کا شریک بنانا اور لوگوں کو تکلیف دینا۔''



توفیق الباری

لترجمة الأدب المفرد للبخاری

"**الادب المفرد**" کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: ابوبکر ظفر

باب: کفارة المریض

مریض کا کفارہ

۴۹۸۔ عَنْ غَضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى أَبَا عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَهُوَ وَجِعٌ فَقَالَ: كَيْفَ أَمْسٰى أَجْرُ الْأَمِيْرِ؟ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ فِيْمَا تُؤْجَرُوْنَ بِهِ؟ فَقَالَ: بِمَا يُصِيْبُنَا فِيْمَا نَكْرَهُ، فَقَالَ: إِنَّمَا تُؤْجَرُوْنَ بِمَا أَنْفَقْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاسْتُنْفِقَ لَكُمْ، ثُمَّ عَدَّ أَدَاةَ الرَّحْلِ كُلِّهَا حَتّٰى بَلَغَ عَذَارَ الْبِرْذَوْنِ، وَلٰكِنَّ هٰذَا الْوَصَبَ الَّذِيْ يُصِيْبُكُمْ فِيْ أَجْسَادِكُمْ يُكَفِّرُ اللّٰهُ مِنْ خَطَايَاكُمْ۔ [ضعيف الإسناد، فيه إسحاق بن العلاء وهو ابن إبراهيم بن العلاء، ضعيف]

''غصیف بن حارث کہتے ہیں کہ ایک شخص ابوعبیدہ بن الجراح کے پاس آیا (جب کہ) وہ بیمار تھے اس نے کہا: امیر کا کیا حال ہے؟ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم جانتے ہو کہ تم کو کس چیز میں اجر ملتا ہے؟ اس نے جواب دیا: ان مصائب (تکلیفوں) میں جنھیں ہم ناپسند کرتے ہیں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم کو اللہ کی راہ میں تمہارے خرچ کے مطابق اور جو میں تم پر خرچ کرتا ہوں اس کے مطابق اجر ملتا ہے۔ پھر کجاوے کے آلات شمار کرنے لگے حتی کہ ترکی گھوڑے کی لگام تک پہنچے پھر کہا لیکن یہ تھکاوٹ جو تمہارے جسموں کو پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔''

۴۹۹۔ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ، وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ»

[صحيح مسلم: ٤٥، البر والصلة والأدب، ح:٥٢]

''ابوسعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو جو کوئی سختی، بیماری، فکر، رنج، تکلیف اور پریشانی پہنچتی ہے حتی کہ جو کانٹا (بھی) اس کو چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں۔''

۵۰۰۔ عَنْ سَعِيْدٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ - وَعَادَ مَرِيْضًا فِيْ كِنْدَةَ - فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ: أَبْشِرْ، فَإِنَّ مَرَضَ الْمُؤْمِنِ يَجْعَلُهُ اللّٰهُ لَهُ كَفَّارَةً وَمُسْتَعْتَبًا، وَإِنَّ مَرَضَ الْفَاجِرِ كَالْبَعِيْرِ عَقَلَهُ أَهْلُهُ ثُمَّ أَرْسَلُوْهُ، فَلَا يَدْرِيْ لِمَ عُقِلَ وَلِمَ أُرْسِلَ۔ [صحيح الإسناد]

''سعید کہتے ہیں میں سلمان کے ساتھ تھا انھوں نے کندہ (نامی جگہ) پر ایک بیمار کی بیمار پرسی کی جب اس کے پاس گئے تو کہا: تجھے خوشی ہونی چاہیے کہ اللہ مومن کی بیماری کو کفارہ اور عذر بنا دیتا ہے، اور گنہ گار کی بیماری اس اونٹ کی طرح ہے جس کو اس کے مالکوں نے باندھ رکھا پھر اس کو

چھوڑ دیا، اس اونٹ کو کچھ معلوم نہیں کہ اس کو کیوں باندھا اور کیوں چھوڑا۔''

٥٠١۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ﴿ لَا یَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِیْ جَسَدِهٖ وَأَهْلِهٖ وَمَالِهٖ، حَتّٰی یَلْقَی اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَا عَلَیْهِ خَطِیْئَةٌ ﴾

[صحیح، وهو فی سنن الترمذی: ٢٨٦٦]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: مومن مرد اور عورت ہمیشہ اس کے جسم میں، گھر میں اور مال و دولت میں آزمائش رہتی ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔''

٥٠٢۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو مِثْلَهٗ وَزَادَ ﴿ فِیْ وَلَدِهٖ ﴾

''یہ حدیث محمد بن عمرو سے بھی مروی ہے اور اس میں یہ لفظ زیادہ ہیں کہ اس کی اولاد میں بھی اسے آزمائش پہنچتی ہے۔''

٥٠٣۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: جَآءَ أَعْرَابِیٌّ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ﴿ هَلْ أَخَذَتْكَ أُمُّ مِلْدَمٍ؟ ﴾ قَالَ: وَمَا أُمُّ مِلْدَمٍ؟ قَالَ: ﴿ حَرٌّ بَیْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ ﴾ قَالَ: لَا، قَالَ: ﴿ فَهَلْ صُدِعْتَ ؟ ﴾ قَالَ: وَمَا الصُّدَاعُ؟ قَالَ: ﴿ رِیْحٌ تَعْتَرِضُ فِی الرَّأْسِ تَضْرِبُ الْعُرُوْقَ ﴾ قَالَ: لَا، قَالَ فَلَمَّا قَامَ قَالَ: ﴿ مَنْ سَرَّهٗ أَنْ یَنْظُرَ إِلٰی رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ ﴾ - ای: فلینظره - [حسن صحیح]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تجھ کو کبھی ام ملدم نے بھی پکڑا ہے؟ اس نے کہا ام ملدم کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کھال اور گوشت کے درمیان ایک گرمی ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہیں کبھی صداع ہوا ہے؟ اس نے کہا صداع کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک ہوا ہے جو سر میں گھس جاتی ہے اور رگوں پر ضرب لگاتی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس کو یہ بات اچھی معلوم ہو کہ وہ ایک دوزخی آدمی کو دیکھے تو اسے دیکھ لے۔''

فائدہ: معلوم ہوا کہ بالکل بیمار نہ ہونا جہنمیوں کی علامت ہے، مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس پر صحت و مرض دونوں (حالتیں) طاری ہوا کریں۔

باب: العیادة جوف اللیل

رات کو عیادت کرنا

٥٠٤۔ عَنْ خَالِدِ بْنِ الرَّبِیْعِ قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ حُذَیْفَةُ سَمِعَ بِذٰلِكَ رَهْطُهٗ وَالْأَنْصَارُ، فَأَتَوْهُ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ أَوْ عِنْدَ الصُّبْحِ، قَالَ: أَیُّ سَاعَةٍ هٰذِهٖ؟ قُلْنَا: جَوْفُ اللَّیْلِ أَوْ عِنْدَ الصُّبْحِ، قَالَ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ صَبَاحِ النَّارِ، قَالَ: جِئْتُمْ بِمَا أُكَفَّنُ بِهٖ؟ قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: لَا تَغَالَوْا بِالْأَكْفَانِ، فَإِنَّهٗ إِنْ یَكُنْ لِیْ عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ بُدِّلْتُ بِهٖ خَیْرًا مِنْهُ، وَإِنْ كَانَتِ الْأُخْرٰی سُلِبْتُ سَلْبًا سَرِیْعًا۔ قَالَ ابْنُ إِدْرِیْسَ: أَتَیْنَاهُ فِیْ بَعْضِ اللَّیْلِ ۔ [فیه لین، خالد بن الربیع قال فیه ابن أبی حاتم فی الجرح والتعدیل، ج:٣/ ٣٢٩، شیخ]

''خالد بن ربیع کہتے ہیں جب حذیفہ بھاری (سخت بیمار) ہوئے، ان کے انصاری رھط (جماعت) نے سنا تو وہ ان کے پاس آدھی رات یا صبح کے وقت آئے۔ (حذیفہ نے) کہا یہ کون سی گھڑی ہے، ہم نے کہا آدھی رات یا صبح کا وقت ہے۔ (حذیفہ نے) کہا: میں اللہ تعالیٰ سے جہنم کی صبح کی پناہ مانگتا ہوں، آپ لوگ میرے لیے کفن بھی لائے ہو؟ ہم نے کہا: جی ہاں، (حذیفہ نے) کہا: قیمتی کفن نہ (استعمال) کیا کرو، کیوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے لیے بہتری ہے تو اس سے بہتر کفن بدل کر دے دیا جائے گا اور اگر (معاملہ) دوسری طرح کا ہے تو یہ (بھی) جلد (ہی) اتار لیا جائے گا۔ ابن ادریس نے کہا ہم ان کے پاس آدھی رات کو گئے تھے۔''

٥٠٥۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اشْتَكَى الْمُؤْمِنُ أَخْلَصَهُ اللّٰهُ كَمَا يُخَلِّصُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ)) [صحیح]

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مومن جب بیمار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پاک صاف کر دیتا ہے جس طرح کہ بھٹی لوہے کے میل کچیل کو صاف کر دیتی ہے۔''

٥٠٦۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَابُ بِمُصِيبَةٍ - وَجَعٍ أَوْ مَرَضٍ - إِلَّا كَانَ كَفَّارَةَ ذُنُوبِهِ حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا أَوِ النَّكْبَةُ))

[صحیح البخاری:٧٥، المرضی: ١ ومسلم:٤٥، البر والصلة والأدب، ح:٤٩]

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کو درد یا بیماری (کی صورت میں) کوئی تکلیف پہنچے یہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، حتی کہ اگر کوئی کانٹا لگتا ہے یا کوئی ٹھوکر لگتی ہے۔ یعنی اس کا بھی اجر ملتا ہے۔''

٥٠٧۔ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ أَنَّ أَبَاهَا قَالَ: اِشْتَكَيْتُ بِمَكَّةَ شَكْوٰى شَدِيدَةً، فَجَاءَ النَّبِيُّ يَعُودُنِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَتْرُكُ مَالًا وَإِنِّي لَمْ أَتْرُكْ إِلَّا ابْنَةً وَاحِدَةً، أَفَأُوصِي بِثُلُثَيْ مَالِي وَأَتْرُكُ الثُّلُثَ؟ قَالَ: ((لَا)) قَالَ: أُوصِي بِالنِّصْفِ وَأَتْرُكُ لَهَا النِّصْفَ؟ قَالَ: ((لَا)) قُلْتُ: فَأُوصِي بِالثُّلُثِ وَأَتْرُكُ لَهَا الثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: ((اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ))، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلٰى جَبْهَتِي ثُمَّ مَسَحَ وَجْهِي وَبَطْنِي، ثُمَّ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، وَأَتِمَّ لَهُ هِجْرَتَهُ))۔ فَمَا زِلْتُ أَجِدُ بَرْدَ يَدِهِ عَلٰى كَبِدِي فِيمَا يَخَالُ إِلَيَّ حَتَّى السَّاعَةَ۔ [صحیح البخاری:٥٥، الوصایا:٢ ومسلم:٢٥، الحج، ح:٥ و ٩]

''عائشہ بنت سعد نے کہا میرے والد کہتے ہیں میں (ایک مرتبہ) مکہ میں سخت بیمار ہو گیا۔ آپ ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں بہت سا مال چھوڑ کر جا رہا ہوں اور (اولاد میں) ایک ہی لڑکی چھوڑی ہے، کیا میں دو تہائی مال کی وصیت کر جاؤں، اور ایک تہائی چھوڑ جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، انہوں نے کہا آدھے کی وصیت کر جاؤں اور آدھا بیٹی کے لیے چھوڑ جاؤں؟ آپ ﷺ نے کہا: نہیں، انہوں نے کہا ایک تہائی کی وصیت کروں اور دو تہائی اس کے لیے چھوڑ جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک تہائی کافی ہے بلکہ ایک تہائی بھی زیادہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے ماتھے پر رکھا اور میرے چہرے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا پھر یہ دعا دی: ''اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما اور اس کی ہجرت کو مکمل فرما۔'' میں اپنے خیال میں آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک اپنے جگر پر محسوس کرتا ہوں، (یہ حالت) حتی کہ اس وقت بھی ہے۔''



① ...... بیوی سے دبر میں صحبت ۔
② ...... شیطان فرشتوں کا استاد ہے۔
③ ...... موسیٰ علیہ السلام نے عزرائیل کو تھپٹر مارا۔
④ ...... نبی کی بیٹی گزرنے والی ہے۔
⑤ ...... ستر ہزار آدمی بغیر حساب ......۔
⑥ ...... جبریل کے پر جل جائیں گے۔
⑦ ...... آدم علیہ السلام نے محمد ﷺ کے واسطے سے معافی مانگی۔ ⑧ ...... محمد ﷺ کو پیدا نہ کرتا تو......۔
⑨ ...... من زار قبری وجبت له شفاعتی ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خان مدنی صاحب

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ ایک عالم دین متقی السان کا فتویٰ ہے: ''اگر کوئی انسان بیوی کی رضا مندی سے اس کی دبر زنی کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، کوئی گناہ نہیں، بلکہ جائز ہے۔ کیوں کہ صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس فعل ''عورت کی دبر زنی'' کو جائز قرار دیا ہے۔ اور دلیل دی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قائل تھے کہ عورت کی دبر میں دخول کرنا گناہ نہیں بلکہ جائز ہے۔

پھر اس فتویٰ پر کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے اعتراض نہیں کیا اور اگر عورت کی دبر زنی کرنا، دبر میں دخول کرنا ناجائز اور حرام ہے تو پھر رئیس المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب اصح الکتب بخاری نہیں بلکہ پھر تو ناقص بخاری کہنا پڑے گا اللہ عزوجل نے آپ کو جو قرآن وحدیث کا علم عطا فرمایا ہے اس کے مطابق فرصت اوّل میں فتویٰ دیں کہ مرد اپنی عورت کی دبر میں دخول کرسکتا ہے یا یہ فعل حرام ہے؟

دوسرے عالم دین کا فتویٰ یہ ہے کہ اپنی عورت کی دبر میں دخول کرنا یہ قطعاً فعل حرام ہے خواہ اپنی عورت راضی بھی ہو۔ سیدنا لوط علیہ السلام کی بے حیا قوم کا یہ فعل بد ہے جو فی الحقیقت زنا سے بھی بڑا گناہ ہے۔ پھر اس ملعون قوم پر اللہ تعالیٰ نے سخت ترین عذاب نازل فرمایا اور پتھروں کی بارش برسا کر اس قوم کو تباہ کردیا گیا۔ یاد رکھیں یہ فعل بد اپنی عورتوں کے ساتھ کرنا بھی حرام ہے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا عورتوں کی دبروں میں دخول کرنا حرام ہے۔[سلسلة الاحاديث الصحيحه، ج:٢، ص:٥٢٩، رقم:٨٧٣]

گزارش یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو بہت بڑے متقی فقیہ اور محدث تھے، یہ فعل بد ان کی طرف کیسے اور کیوں منسوب کیا گیا؟، اور رئیس المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ یہ واقعہ اپنی صحیح میں کیوں لائے؟ اس کی کیا ضرورت تھی، اس فتویٰ سے بے حیا اور شہوت پرست لوگ غلط فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ امام صاحب کوئی معصوم عن الخطا تو نہیں تھے اور لاریب فیہ صرف قرآنِ مجید ہے بخاری کا بہت اونچا مقام ہے مگر بخاری کو لاریب کہنا غلط ہوا۔

محترم آپ اپنی فرصت اوّل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں مکمل جواب دے کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔[ملک ابوعبدالقہار عبدالوہاب اعوان، خوشاب]

جواب: صحیح بخاری کے تراجم ابواب کے اغراض ومقاصد اہل علم نے تیس سے زائد ذکر کیے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک بیان کرنے کے لیے ضروری ہے کہ قاری کی توجہ ان پر مرکوز ہوتا کہ محل اور مقام کی مناسبت سے ان کے نکتہ نظر کا تعین کرسکے اس کے بغیر بخاری

کی طرف نسبت کر دینا سراسر زیادتی ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں اکثر اوقات حدیثوں کی شہادت میں آیات اور آیت کی شہادت میں احادیث لاتے ہیں۔ اس سے مقصود یا تو ایک دوسرے سے قوت دینا ہوتا ہے یا آیت وحدیث کے کئی احتمالوں میں سے ایک کی تعیین مقصود ہوتی ہے جیسے یوں کہا جائے کہ اس لفظ سے خاص مراد ہے یا لفظ خاص سے عمومیت مقصود ہے۔ اسی طرح اور باتیں ہیں اُس کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کی سمجھ روشن اور دل حاضر ہے۔

زیر بحث مسئلہ میں مصنف نے بایں الفاظ تبویب قائم کی ہے:

باب نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم اس مقام پر آیت کریمہ ہذا اور نافع کی روایت:

کان ابن عمر رضی الله عنهما اذا قرأ القرآن لم یتکلم حتی یفرغ منه فاخذت علیه یوماً فقرأ سورة البقرة حتی انتهی الی مکان قال تدری فیم انزلت؟ قلت لا قال انزلت فی کذا وکذا ثم مضی

میں جو احتمالات ہیں جابر کی روایت سے اس کی توضیح مقصود ہے کہ کھیتی کا محل قبل ہے دبر نہیں۔ صحیح میں جابر سے دوسری روایت میں ہے:

کانت الیهود تقول اذا اتی الرجل امرأته من دبرها کان الولد احول فنزلت نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم مقبلة ومدبرة اذا کان ذلك فی الفرج ۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کو عورت کی قبل اور دبر سے جماع کا اختیار ہے بشرطیکہ وطی شرمگاہ میں ہو''

اس امر کی مزید وضاحت اسماعیل کی روایت میں یحییٰ بن ابی زائدۃ کے طریق سے ہے۔ سفیان ثوری بایں الفاظ کہتے ہیں:

بارکة مدبرة فی فرجها من ورائها ۔

یعنی ''عورت جب گھٹنوں کے بل ہو تو پیچھے سے اس کی شرمگاہ میں وطی ہوسکتی ہے۔'' مسلم میں سفیان بن عیینہ کے طریق سے ابن المنکدر کے الفاظ یوں ہیں:

اذا اتیت امرأة من دبرها فی قبلها ۔

''جب تو عورت کو دبر سے اس کی قبل میں آئے'' اور ابوحازم کے طریق ابن المنکدر سے الفاظ یوں ہیں:

اذا اتیت المرأة من دبرها فحملت ۔

''جب تو عورت کی دبر سے آئے اور وہ حاملہ ہو جائے۔'' اس سے مراد شرمگاہ میں جماع ہے نہ کہ دبر سے کیوں کہ حمل کا ذریعہ شرمگاہ ہے دبر نہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

واذا تعارض المجمل والمفسر قدم المفسر وحدیث جابر مفسر فهو اولی أن یعمل به من حدیث ابن عمر ۔

''جب مجمل اور مفسر کا تعارض ہو تو مفسر کو مقدم کیا جاتا ہے۔ جابر کی حدیث چوں کہ مفسر ہے لہٰذا ابن عمر کی حدیث کی نسبت اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔''

اس لیے امام بخاری کا موقف بھی یہی ہوا کہ وطی قبل میں ہونی چاہیے نہ کہ دبر میں۔ مزید آنکہ امام بخاری کا ابن عمر کا اثر اپنی صحیح میں ذکر کرنا ان کی دیانت وامانت کی دلیل ہے کہ جن مبہم الفاظ سے ان کو روایت پہنچی، بیان کر دی اس کی مؤید بعض دیگر روایات بھی موجود ہیں اگرچہ یہ مسلک مرجوح ہے جس کی جھلک نیل الاوطار وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ لیکن مصنف کا اعتماد جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث **الولد الاحول** پر ہے یہی جمہور امت کا مسلک ہے۔ مصنف پر کھلی زبان درازی کرنا حواس باختہ اور محدثین کی خدمات کو ناکارہ سمجھنے والی قوم کا وطیرہ ہے۔ اعاذنا اللہ منہا

امام نسائی نے کتاب العشر [۳/۷۶] میں اپنی سند سے سعید

بن یسار سے روایت اس طرح کی ہے کہ میں نے ابن عمر سے کہا:

انا نشتری الجواری فنحمض لهن۔ قال: وما التحمیض؟ قلت: نأ تیهن فی أدبارهن قال اف أو یفعل ذلك مسلم؟

''ہم لونڈیاں خریدتے ہیں، ان سے تحمیض کرتے ہیں تو ابن عمر نے دریافت کیا تحمیض کیا چیز ہے؟ جواباً کہا ان کی دبر زنی ہے۔ ابن عمر نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: کیا یہ فعل کوئی مسلمان کرتا ہے؟''

اس روایت سے صاف واضح ہے کہ ابن عمر اس فعل کے قائل نہیں تھے۔ علامہ ناصر الدین البانی نے آداب الزفاف، ص: ۲۷ میں اس اثر کو صحیح کہا ہے اور یہ اثر واضح دلیل ہے اس امر کی کہ انہوں نے سختی سے اس فعل کا انکار کیا ہے۔ علامہ قرطبی اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن [۳/۹۵] میں فرماتے ہیں:

(وفيه) احادیث صحیحة حسان شهیرة رواها عن رسول الله صلی الله علیه وسلم اثنا عشر صحابیا بمتون مختلفة کلها متواردة علی تحریم النساء فی الادبار۔

یعنی ''اس مسئلہ میں صحیح اور حسن قسم کی احادیث بارہ صحابہ سے مختلف متون کے ساتھ مروی ہیں جو سب کی سب اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ عورتوں سے دبر میں وطی کرنا حرام ہے۔''

پھر رقم طراز ہیں:

وهذا هو امحن المتبع والصحیح فی المسئلة ولا ینبغی لمؤمن بالله والیوم الاخر أن یعرج علی زلة عالم بعد أن تصح عنه خلافه۔

''یہی مسلک برحق اور قابل اتباع اور مسئلہ میں صحیح ہے۔ مومن جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اس کے لائق نہیں کہ کسی عالم کی لغزش کی طرف توجہ کرے جب کہ اس کا خلاف بھی اس سے صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہو۔''

واضح ہو کہ منکرین حدیث کا یہ شیوہ ہے کہ وہ محدثین کرام کی حدیثی خدمات کے اعتراف کے بجائے ہمیشہ اس میں کیڑے ہی نکالتے ہیں تا کہ **ضلوا فاضلوا** کا نقشہ پیش کرسکیں۔ **والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم .**

سوال: گزارش ہے کہ کچھ باتیں ایک امام مسجد نے تقریر میں بتائیں۔ آپ سے تصدیق مطلوب ہے۔

①...... شیطان فرشتوں کا استاد ہے اور شیطان نے ہزاروں لاکھوں سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔

②...... موسیٰ علیہ السلام کے پاس فرشتہ عزرائیل آئے اور انھوں نے کہا میں تمہاری جان نکالنے آیا ہوں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زور سے اس کے تھپڑ مارا جس سے اس کی آنکھ نکل گئی، کیا یہ ٹھیک ہے؟

③...... حشر کے دن اعلان ہوگا نبی کی بیٹی گزرنے والی ہے نظریں نیچے کرلیں فاطمہ کے لیے فرشتے آپس میں کہیں گے۔

④...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے ستر ہزار آدمی بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔ پھر آپ اور زیادہ کے لیے دعا فرمائیں گے پھر اللہ تعالیٰ ہر آدمی کے ساتھ مزید ستر ہزار کا اضافہ کردیں گے۔

⑤...... معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جبرئیل علیہ السلام نے کہا میں آگے نہیں جاسکتا ورنہ میرے پر جل جائیں گے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگے چلے گئے؟

⑥...... آدم علیہ السلام نے اپنی غلطی کی معافی کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا آپ کو یہ نام کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے بتایا جب میں نے آنکھ کھولی تو دیکھا عرش پر لکھا تھا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ .

⑦...... حدیث قدسی ہے کہ ''اگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرتا تو زمین وآسمان اور کائنات پیدا نہ کرتا۔''

⑧...... **مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ ۔ حدیث**

[خلیفہ نذیر احمد، راوی روڈ لاہور]

جواب ①......تفسیر طبری [۹/۳۲۲] تفسیر ابن کثیر [۵/۱۶۸] میں ایسے آثار واقوال موجود ہیں، جس میں سے اکثر وبیشتر کا تعلق اسرائیلیات سے ہے۔ ایسی خبروں کی تین قسمیں ہیں: (۱) جس کو اسلام نے برقرار رکھا۔ (۲) جس کا اسلام نے اقرار کیا۔ (۳) جس کا اسلام نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار۔ سوال میں مذکور اور مشار الیہ تیسری قسم ہے۔ مزید چھان بین کی ضرورت ہے۔

②......موسیٰ علیہ السلام کا مشار الیہ قصہ مشکوٰۃ میں بحوالہ متفق علیہ ہے۔ باب بدأ الخلق وذکر الانبیاء میں ہے۔

③...... یہ روایت سخت ضعیف بلکہ موضوع من گھڑت ہے۔ [حاشیہ مستدرك، رقم الحدیث: ۳/۴۷۲۸۔ ضعیف الجامع الصغیر، رقم الحدیث: ۶۶۷۔ العلل المتناهیة: ۲۶۰، ۲۶۴۔ کنز العمال، رقم الحدیث: ۱۱/ ۳۴۲۱۴]

④......مولانا بستوی رحمہ اللہ نے اسلامی خطبات [۱/۲۲۰] میں شفاء الصدور کے حوالہ سے ایک ایسی روایت نقل کی ہے تاہم اس پر صحت کا حکم لگانا مشکل امر ہے۔

⑤......بعض روایات میں اس بات کا صریح ذکر آیا ہے لیکن وہ ضعیف ہیں۔ [فتح الباری: ۱۱/ ۵۰۰]

⑥......اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ضعیف ہے۔

⑦...... یہ روایت من گھڑت ہے ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ، ج:۱،ص: ۴۵۰، رقم الحدیث: ۲۸۲۔

⑧......مجمع الزوائد: ۲/۴ میں ہے:

وفیه عبد الله بن ابراهیم وهو ضعیف ۔

اس میں عبداللہ بن ابراہیم غفاری ضعیف ہے۔ نیز ملاحظہ ہو تذکرة الموضوعات، فتن، تلخیص الحبیر، سنن دارقطنی ابن عدی فی الکامل فی الضعفاء ۔

❀❀........❀........❀❀

دعائے مغفرت

قاری محمد منشاء صاحب وٹو خطیب موضع بمباں والا ڈسکہ کے بھائی غلام محمد صاحب طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔ قارئین دعائے مغفرت فرمائیں۔

[حمزہ طور خطیب گوجرانوالہ]

رشتوں کے لیے رابطہ کریں

اپنے بچوں اور بچیوں کے معیاری رشتوں کے لیے مسلک اہل حدیث سے وابستہ کاروباری، پابند شریعت حضرات رابطہ کریں۔ نیز دوسری شادی والے حضرات وخواتین بھی رابطہ کرسکتے ہیں۔

ابو وقاص حافظ عبدالمنان خطیب مسجد بیت المکرّم اہل حدیث، رحمت کالونی شہزاد پارک شیخوپورہ۔ فون: 0321-4569040

احادیث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا استدلال وامتثال ③

حضرت مولانا عبدالرؤف رحمانی، جھنڈانگری (نیپال ہند)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بھی سنن نبویہ واحادیث شریفہ کے اتباع وامتثال میں چند واقعات ذیل میں ملاحظہ کیجیے:

①...... جب عمرہ حدیبیہ کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں ان کی وجاہت اور تعلقات کی وجہ سے معاملہ فہمی کے سلسلہ میں بھیجا تو ابان بن سعید نامی مکہ کے ایک رئیس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی پناہ میں لیا اور ان کو ایک عزیز مہمان کی طرح رکھا۔ جب اس کی نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر پڑی تو ان سے پوچھا کہ تمہارے کپڑے کیا ہوئے، تم نے نصف پنڈلی تک کیوں پہن رکھا ہے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے جذبہ امتثال کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

"هٰكَذَا أُزْرَةُ صَاحِبِنَا۔"

[منتخب كنز العمال، جلد دوئم، ص:٦٩]

"یعنی ہمارے آقا ومولیٰ کا تہ بند اسی طرح رہتا ہے۔"

اندازہ کیجیے جب رئیس مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لباس اور وضع قطع کو غیر امیرانہ پایا اور ٹوکا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگرچہ یہ وضع امیرانہ طرز معاشرت کے خلاف ہے لیکن ہم تو ان تمام جاہلی تہذیب وتمدن سے دور رہ کر سید الانبیاء کے سنن وعادات واعمال کے پیروکار ہیں۔ اب چوں کہ ان کا استعمال ان کا وضع اسی طور کا ہے اس لیے ہم بھی اسی طرز کی اتباع کرتے ہیں۔

②...... ایک مرتبہ دربار نبوت میں کسی مقام سے ایک قاصد آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایسے مقام سے آئے ہو کہ تمہاری ضیافت وتکریم مجھ پر ایک حق کی طرح لازم ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس اشارۂ نبوت کو کافی سمجھا اور ایک قیمتی خلعت دینے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض گزار ہوئے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

"أَنَا أَكْسُوهُ حُلَّةً صَفُوْدِيَّةً۔"

[مسند احمد، جلد چهارم، ص:٥]

ناظرین کرام! آپ نے دیکھا کہ جس شخص کی تکریم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی خیال ہی فرمایا تھا خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کس طرح فی الفور تعمیل ارشاد وامتثالِ احکام کا ثبوت دیا بلاشبہ ان حضرات کے دل میں فرمان پذیری واطاعت کیشی کے جذبات زندہ وتابندہ تھے۔

③...... ایک بار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وضو بتایا تو پاؤں دھوتے وقت انگلیوں کا خلال کیا اس کے بعد حاضرین سے فرمایا:

"رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل ذلك۔" [منتخب كنز، جلد سوم، ص:٤٣٤]

"میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ انھوں نے وضو بتاتے وقت پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیا ہے۔"

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم کے نقش قدم کی کامل اتباع فرماتے تھے اور قدم بہ قدم عمل درآمد کے لیے احادیث نبویہ پیش نظر رکھتے تھے۔

④...... جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بعض قبائل نے محاصرہ میں لے لیا اور ڈھائی مہینہ سے زائد عرصہ تک آپ کو گھر ہی محصور رکھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخلص وجان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ

کی مدد اور آپ کی جانب سے مدافعت کے لیے حاضر تھے جس میں حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن سلام، حضرت ابوہریرہ، حضرت زید بن ثابت، محمد بن حاطب، محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہم وغیرہ خاص طور سے ممتاز ہیں۔ آپ نے فرمایا میں جنگ پسند نہیں کرتا کہ عام مسلمانوں کا خون ہو۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

"تُرَادُ نَفسِیُ وَسَاقِی الْمُؤْمِنِیْنَ بِنَفْسِیُ ۔"

''کہ یہ محاصرین بلوائی میری جان لینا چاہتے ہیں اس لیے میں اپنی جان دے کر مسلمانوں کی جان کا تحفظ کروں گا۔''

اور یہ سب صبر وقرار حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر قتال وجنگ کی اجازت طلب کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

"ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عَهِدَ اِلَیَّ عَهْدًا وَاِنِّیُ صَابِرٌ نَفْسِیُ عَلَیْهِ ۔" [مسند احمد، جلد:٦، ص:٥٢ واستیعاب، جلد دوئم، ص:٤٧٧]

''یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں مجھ سے ایک وعدہ لیا تھا میں اس کی تکمیل کے لیے صبر وضبط کے ساتھ تیار ہوں اور جان دے کر بھی اس وعدہ کی حفاظت کروں گا۔''

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ارشاداتِ رسالت واحادیث شریفہ کے اتباع وامتثال میں بے مثال جذبہ رکھتے تھے۔ دیکھئے حدیث رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں جان دے دی مگر بات نہ جانے دی۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند آں عاشقانِ پاک طینت را

⑤......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خلافت عثانی میں چند ایسے آدمیوں کو گرفتار کیا جو مسیلمہ کذاب کی عظمت بیان کر کے اس کی پیروی کا پروپیگنڈا مسلمانوں میں کر رہے تھے۔ ان کے حالات کی رپورٹ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجی گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہ لائیں اور مسیلمہ سے اپنی علیحدگی اور تبرّی نہ ظاہر کریں ان کو قتل کر دو اور جو لوگ رسالت حقہ پر ایمان لے آئیں اور مسیلمہ سے اپنا تعلق منقطع کر لیں ان کو چھوڑ دو۔ چناں چہ بہت سے لوگ مسیلمہ کے دین باطل پر جمے رہے وہ قتل کر دیئے گئے۔ راوی کے الفاظ ہیں:

"وَلَزِمَ دِیْنَ مُسَیْلَمَةَ رِجَالٌ فَقُتِلُوْا ۔"

[منتخب کنز العمال، جلد ششم، ص:٤]

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ امر منکر کے ازالہ میں حدیث نبوی پر عامل تھے جس میں ارشاد ہے۔

"مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ ۔"

یعنی ''جو شخص تم میں سے کسی خلاف شرع حرکت کو دیکھے وہ اسے اپنی طاقت سے مٹا دے۔''

حضرت علیؓ:

خلفائے راشدین میں سے چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے امتثال واتباع کے واقعات بہت ہیں۔ چند واقعات مشتے نمونہ ازخروارے کے طور پر پیش کیے جا رہے ہیں۔

①......ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک خادم کے طلب ودرخواست کے سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اپنی محنت ومشقت کے کاموں کو بتا کر فتوحات میں سے ایک غلام کا مطالبہ کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی غلام کا تمہیں عطا کرنے کا موقعہ نہیں ہے۔ میں اصحاب صفہ (یعنی چبوترہ پر قیام پذیر طالب علموں) کے لیے ان غلاموں کو فروخت کروں گا اور ان کی قیمت ان پر صرف کروں گا۔ بہرحال یہ کہہ کر دونوں حضرات کو واپس کر دیا۔ رات کو سونے کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور ایک دعا اور ایک تسبیح وظیفہ سکھائی فرمایا یہ تمہاری درخواست سے بھی بہتر چیز ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ وظیفہ ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار

الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھنے کا وظیفہ تھا۔ چناں چہ جب سے آنحضرت ﷺ کے تعلیم وارشاد سے مجھے اس وظیفہ کا علم ہوا، میں نے کبھی کسی دن بھی ناغہ نہیں کیا۔ راوی الحدیث ابن الکواء نے پوچھا کہ جنگ صفین جیسے پریشان کن اور ہوشربا جنگ میں تو اس وظیفہ پر عمل نہ ہوسکا ہوگا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَلَا لَیْلَةَ صِفِّیْنَ کہ بھائی یہ تسبیحاتِ فاطمہ مجھ سے جنگ صفین میں بھی نہ چھوٹیں۔

[مسند احمد، جلد اوّل، ص: ۱۰۷، ۱۴۴]

آج بھلا کون ہے جو بیٹی داماد کی فکر پہلے نہ رکھے اور طالب علموں کے فکر وانتظام کو اولیت کا درجہ دے دے اور پھر آج ہم سے تو آرام وعشرت کی راتوں میں تسبیحاتِ فاطمہ پر عمل نہیں ہوتا۔ نازک گھڑیوں اور پریشانی کے وقتوں میں اس کا ذکر ہی کیا۔

②......مسیّب بن نجبہ راوی ہیں کہ میری بیٹی سے عقد نکاح کے خیال سے حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم تینوں آدمی میرے گھر آئے اور ہر ایک نے اپنے ساتھ نکاح کردینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت مسیّب فرماتے ہیں کہ میں ان سب حضرات کو ٹھہرا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مشورہ لینے کے لیے گیا۔ عرضِ حال کرکے جب ان کا مشورہ طلب کیا، فرمایا نہ حسن رضی اللہ عنہ مناسب ہے نہ حسین رضی اللہ عنہ۔ تمہارے لیے میری سب سے بہتر رائے یہ ہے کہ تم عبداللہ بن جعفر سے شادی کردو۔ انھوں نے اسی پر عمل کیا اور حضرات حسنین سے اس کے والد کا مشورہ بتا کر معذرت کردی۔ حضرات حسنین مجبوراً واپس ہوئے اور اپنے والد سے شکوہ فرمایا کہ آپ نے ہماری مخالفت کرکے دوسری جگہ شادی کرادی۔ فرمایا میرے پیش نظر وہ حدیث تھی جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

"اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔" [منتخب کنز العمال، جلد اوّل، ص: ۲۵۰]

یعنی "جس سے مشورہ لیا جائے اس کو بہت امانت دارانہ مشورہ دینا چاہیے۔"

محترم ناظرین! آپ نے دیکھا کہ حدیث نبوی پر عمل کیا اور بیٹوں کی خواہش کا ذرا لحاظ نہ کیا فرمایا صحیح مشورہ میں بیٹوں کی مخالفت لازمی تھی۔ مگر حدیث نبوی پر عمل کی راہ میں کوئی چیز حائل نہ ہوئی۔

③......حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا امیر المومنین! میں آپ کے پاس ایک حاجت لے کر آیا ہوں اگر آپ میری ضرورت پوری فرمادیں گے تو آپ کا شکرگزار ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم مجھے لکھ کر مطلع کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ سوال کی ذلت تمہاری صورت سے ظاہر ہو۔ اس نے لکھ کر اپنا معروضہ پیش کیا۔ حضرت علی نے اس کو ایک حلہ (قیمتی جوڑا) دیا۔ اس نے بڑا شکریہ ادا کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سو دینار بھی مرحمت فرمائے۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے ازراہِ تعجب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ نے ایک سائل کو حلہ بھی دیا اور سو دینار بھی۔ حضرت لی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے:

"اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ۔"

کہ لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق سلوک اور برتاؤ کرو اور یہ شخص میرے نزدیک اسی مرتبہ اور اس اعزاز وتکریم کا مستحق تھا۔

[منتخب کنز العمال، جلد سوم، ص: ۲۳]

④......ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک جانور پر سوار ہوئے تو رکاب میں پاؤں رکھتے وقت آپ نے بسم اللہ پڑھی اور جب اطمینان سے سوار ہوگئے تو الحمد للہ الَّذِی سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ پڑھی اور ہنسنے لگے۔ تو ایک شخص نے پوچھا یا امیر المومنین آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں۔ فرمایا بھائی ہنسنے کی کوئی خاص وجہ تو نہیں ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سواری پر سوار ہوئے۔ ایسے ہی آپ نے دعا پڑھی اور ایسے ہی آپ ہنسے اس لیے میں اتباعاً وامتثالاً اسی طرح عمل کیا۔ [ایضاً ص: ۳۸۶]

اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہر نقش قدم ہر جزئی

اور ہر عمل کے شیدائی تھے۔ وہ سنن اور سنن زوائد کی تحلیل وتوجیہ سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔

⑤......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک لمبا سا جبہ اس کے زیب تن ہے اور سینہ کے نمایاں وممتاز مقام پر خالص ریشم سامنے کے گریبان میں لگا ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَا هٰذَا النَّتَنُ تَحْتَ لِحْيَتِكَ ۔

یعنی ''یہ تیری داڑھی کے نیچے کیا گندگی ہے؟''

اس نے جواب دیا:

لَا تَرَاهُ عَلَيَّ بَعْدَ هٰذَا ۔

یعنی ''اب ریشمی کپڑے کا استعمال کرتے ہوئے آپ مجھے نہ دیکھیں گے۔'' [منتخب کنز العمال، جلد ششم، ص:۲۰۵]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس اجر وتنبیہ ودرشت کلامی کو زجر باللسان کے تحت اختیار فرمایا۔ لیکن اس کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تغییر بالید پر بھی عمل فرمایا تھا۔ چناں چہ ایک شخص کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دربار میں ریشمی لباس پہنے ہوئے دیکھا جو کسی بیرونی مقام سے حضرت عثمان کی خدمت میں ایک مسئلہ کے سلسلہ میں آیا ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سر دربار اس کے کپڑا کو کھینچا کہ پھاڑ ڈالیں۔ وہ شخص خاموش ہو رہا لیکن جب اپنے مسائل وحاجات سے فارغ ہو کر دربار عثمانی سے باہر ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچا اور کپڑوں کے پھاڑنے کا سبب پوچھا۔ فرمایا میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ میری امت ریشم کو حلال سمجھ کر استعمال کرے گی۔

" وَهٰذَا اَوَّلُ حَرِيْرٍ رَأَيْتُهُ عَلٰى اَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔"

[منتخب کنز العمال، جلد ششم، ص:۲۰۵]

یعنی ''یہ پہلا دن تھا کہ میں نے کسی مسلمان کو ریشم استعمال کرتے ہوئے دیکھا۔''

بہرحال ان واقعات سے معلوم ہوا کہ سنن نبویہ واحادیث شریفہ کے خلاف کسی امر منکر کو خلفائے راشدین ہرگز برداشت نہیں کرتے تھے۔ نہ اس سے صرف نظر واعراض فرما سکتے تھے۔

⑥......حضرت علی رضی اللہ عنہ قصر خلافت سے برآمد ہوتے اور آپ کو پتا چلتا کہ کچھ لوگ شطرنج (تاش وغیرہ) کھیل رہے ہیں تو آپ خود جاتے اور ان کو قصر خلافت میں لاکر سارے دن بندھوا دیتے۔ چاندی اور روپیہ سے کھیلنے والوں پر زیادہ سختی فرماتے اور حکم دیتے کہ ایسے لوگ سلام کے قابل نہیں ہیں کوئی ان سے سلام نہ کرے۔

[ادب المفرد، ص:۱۸۵]

یہ سب کیا تھا؟ حدیث امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا تقاضا تھا کہ ایسے منکرات شرعیہ پر احتساب اور تغییر بالید کریں۔

⑦...... ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک گھوڑا سواری کے لیے پیش کیا گیا۔ آپ نے جب پاؤں رکاب میں ڈالا اور زین کو ہاتھ سے پکڑا تو اس کی چکناہٹ کے سبب آپ کا ہاتھ پھسلا۔ فرمایا: زین کس چیز کا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ زین ریشمی ہے۔ فرمایا:

" وَاللّٰهِ لَا اَرْكَبُهٗ ۔"

[منتخب کنز العمال، جلد ششم، ص:۲۰۷]

یعنی ''میں ایسے زین والی سواری کو ہرگز استعمال نہ کروں گا۔''

اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اتباع رسالت وامتثالِ احکامِ نبوت صاف ظاہر ہے۔ صحابہ کرام ہر اس چیز کا استعمال حرام سمجھتے تھے جسے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام ٹھہرایا ہو۔ خلفائے راشدین تخت خلافت پر جلوہ گر ہونے کے بعد بھی سامانِ عیش وعشرت سے کوسوں دور رہے۔ اور ساری عزت وشوکت اور ساری رفعت وعظمت اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سمجھتے تھے۔

⑧...... ولید بن عقبہ نے کوفہ میں نبیذ پی اس میں سکر آ چکا تھا۔ اس لیے ان کو نشہ آ گیا یہ کوفہ کے گورنر تھے۔ دربارِ عثمان رضی اللہ عنہ میں اس کی اطلاع پہنچی۔ یہ حاضر کیے گئے۔ تحقیقات اور ثبوت کے بعد حضرت علی کو حضرت عثمان نے مامور فرمایا کہ حد شرعی جاری کرا دیں۔ چناں چہ عبداللہ بن جعفر نے کوڑے لگانے شروع کر دیئے۔ جب چالیس کوڑے لگ چکے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روک دیا اور فرمایا کہ عہد نبوی

وعہد صدیقی تک حد خمر چالیس کوڑے تھے۔ حضرت عمر ؓ نے اسی کوڑے صرف سیاسۃً مقرر کیے تھے۔ مجھے عہدی نبوی کی مروّج رسم زیادہ پسند ہے اوراس کی اتباع ہم پر لازم ہے۔

[صحیح مسلم، جلد ثانی، ص:۷۲]

اس واقعہ سے بھی اتباع حدیث واحتجاج بالحدیث ظاہر ہے۔

⑨......حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ حضرت علی ؓ کے پاس چند زندیق اور مرتد لوگ لائے گئے آپ نے سب کو آگ میں جلانے کا حکم دیا۔ وہ سب آگ میں ڈال کر جلا دیئے گئے۔

[ابوداؤد، جلد ثانی، ص:۹۸]

انہی عکرمہ سے امام بخاری ؒ اس واقعہ کے متعلق یہ الفاظ نقل فرماتے ہیں:

" اُتِیَ عَلِیٌّ بِزَنَادِقَةٍ فَاَحْرَقَهُمْ ۔"

[صحیح بخاری، باب حکم المرتد والمرتدة]

یعنی ''حضرت علی ؓ کے پاس کچھ زندیق ومرتد عن الاسلام لائے گئے آپ نے ان کو جلوا دیا۔''

اتنی سخت سزا حضرت علی ؓ اسلام کے باغیوں کو اس لیے دیتے تھے کہ لوگ ان کی پیروی سے پُر حذر رہیں اور عبرت پذیر ہوجائیں۔ اسی لیے وہ آگ کے الاؤ میں مرتدین کو ڈالوا دیتے تھے۔ حافظ ابن حجر ؒ نے حضرت علی ؓ کا وہ شعر نقل کیا ہے ؎

اِنِّیْ اِذَا رَأَیْتُ اَمْرًا مُنْکَرًا
اَوْقَدتُّ نَارِیْ وَدَعَوْتُ قُنْبُرًا

یعنی ''جب میں کوئی انتہائی امر منکر (ارتداد وانکار عن الاسلام) دیکھتا ہوں تو آگ جلاتا ہوں اور سزا کے لیے قنبر کو (غلام کا نام ہے) پکارتا ہوں۔''

[فتح الباری، ج:۱۲، ص:۲۳۸]

لیکن ایک موقعہ ایسا آیا کہ مرتدین کو حضرت علی ؓ نے حسب دستور آگ میں زندہ جلانے کا حکم دیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ جو بروقت موجود تھے۔ انہوں نے حدیث نبوی پیش کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مرتدین کو تلوار سے قتل کرنا چاہیے۔ حضرت علی ؓ نے تسلیم کیا اور فرمایا:

" صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ ۔" [جامع ترمذی]

یعنی ''عبداللہ بن عباس ؓ نے درست کہا۔''

اس قسم کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین حدیث نبوی کو مدنظر رکھتے تھے جب کبھی کوئی حدیث اپنے معمول کے خلاف مل جاتی تو اس کے سامنے سر تسلیم خم کردیتے تھے۔ پرویزی (منکر حدیث) اصطلاح کے مطابق یہ حضرات خلفائے راشدین ایسے ''مرکز ملت'' نہ تھے کہ احکامِ رسول اور سنن نبویہ میں ردوبدل فرمائیں بلکہ یہ لوگ دراصل سنن نبویہ کے محافظین وجامعین اور مبلغین اور معلمین تھے۔ انہی سے سنن نبویہ نسلاً بعد نسل ہم سب تک محفوظ طریقہ سے منتقل ہوتا ہوا چلا آیا۔ [جاری ہے]



مولانا عبدالرشید مجاہدآبادی

محمد اسحاق بھٹی

اب عبدالرشید کی پڑھائی کا آغاز ہوتا ہے۔ قاعدہ یسرنا القرآن ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا جاتا ہے اور وہ اسے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ میاں محمد باقر اس لڑکے کے استاد بھی ہیں، مرشد بھی ہیں اور مربی بھی ہیں۔ وہاں انھوں نے بڑا فیض پایا۔ میاں صاحب کو دیکھ کر، ان کی باتیں سن کر اور ان کی مجلس میں بیٹھ کر دل کی دنیا بالکل بدل گئی۔ رات کو جاگنے اور تہجد پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ قلب میں اللہ کی یاد کا جذبہ ابھرا، طبیعت مختلف اوقات کے وظائف کی طرف راغب ہوئی۔ اللہ سے رشتۂ تعلق مضبوط ہوا، نماز میں حضور وسرور کی کیفیت پیدا ہوئی۔ نماز مغرب کے بعد چھ نفل پڑھنے کی عادت پڑی۔ پھر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ دل اللہ کی یاد سے تڑپنے لگا اور آنکھوں سے آنسو ابلنے لگے۔ ایک دفعہ اسی قسم کی کیفیت طاری تھی، ہچکی بندھی ہوئی تھی اور اس کی آواز حلق سے باہر آ رہی تھی کہ ایک شخص قائم دین نے اس حالت میں انھیں دیکھ لیا اور اپنی علاقائی پنجابی زبان میں کہا: ''ایہ چھوہر جیہڑا ساڈے درس وچ آیا ہے، ایہ تاں مڑ اپنیاں پچھلیاں نوں روندا رہندا اے۔'' (یعنی یہ لڑکا جو ہمارے مدرسے میں داخل ہوا ہے یہ تو اپنے عزیز و اقارب کی یاد میں روتا رہتا ہے، یہاں یہ کس طرح رہ سکے گا۔)

یہ بات عبدالرشید نے سنی اور میاں صاحب کو بتائی تو انھوں نے فرمایا کہ اب قائم دین اس قسم کی کوئی بات کرے تو اسے کہنا کہ مجھے تو پیدا ہی اللہ سے ڈرنے اور اس کی یاد میں رونے کے لیے کیا گیا ہے۔ انسان جتنا اس سے ڈرے گا اور جس قدر اس کی یاد میں آنسو بہائے گا، اللہ تعالیٰ اتنا ہی اس سے خوش ہوگا اور دنیا و آخرت میں اسے کامیابی عطا فرمائے گا۔ نیکی میں اضافے اور گناہوں کے ختم ہونے کا اصل ذریعہ یہی ہے کہ انسان پر ہر وقت اللہ کا خوف طاری رہے اور وہ اپنا سر اس کے سامنے جھکائے رکھے۔ اس کی آنکھوں سے بھی اس کے آثار ظاہر ہوں اور اس کا دل بھی اس سے لرزتا رہے۔ چناں چہ آئندہ سطور سے ہمیں پتا چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس عمر میں اپنی یاد میں گریہ وآزاری کی وجہ سے عبدالرشید کو کس قدر اعزاز وتکریم سے نوازا اور انھیں کتنی ان گنت اور عظیم نعمتیں مرحمت فرمائیں۔

عبدالرشید مڈل پاس تھے، اردو اچھی طرح پڑھتے تھے اور عربی زبان سے انھیں دلی محبت تھی، اس لیے قاعدہ یسرنا القرآن چند روز میں ختم کرلیا اور پھر قرآنِ مجید پڑھنے لگے۔ قرآنِ مجید ختم کیا تو انھیں درسی کتاب ''ابواب الصرف'' دے دی گئی کہ اس کے باب یاد کرو۔ لاہور سے شورکوٹ جانے والی ریلوے لائن جھوک دادو کے قریب سے گزرتی ہے۔ عبدالرشید ریلوے لائن پر آجاتے اور چلتے پھرتے باب یاد کرتے۔ پہلا باب ضرب یضرب ہے جو عبدالرشید نے پانچ دن میں یاد کیا۔ یہ بابِ اوّل ہے اور کچھ مشکل بھی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشکلات حل فرما دیں۔ ابھی تمام باب یاد نہیں ہوئے تھے کہ میاں محمد باقر نے مشکوٰۃ شریف پڑھانا شروع کر دی۔ اس کے ساتھ دوسری درسی کتابیں بھی پڑھانے لگے۔

اس طرح پہلا سال گزر گیا اور اللہ نے ان کے لیے حصولِ علم کا راستہ صاف کر دیا، جس پر وہ اپنی خداداد صلاحیتوں کے مطابق تیزی سے چلنے لگے۔

دوسرا سال شروع تھا کہ عبدالرشید کا حقیقی بڑا بھائی برج لال ان کے پاس جھوک دادو پہنچ گیا۔ پوچھا بھائی صاحب یہاں کیسے آئے؟ کہا مسلمان ہونے کے لیے۔ یہ عبدالرشید کے لیے بہت بڑی خوشی کی

بات تھی۔ اس وقت ضلع اوکاڑہ کے ایک گاؤں موضع مردانی میں سالانہ تبلیغی جلسہ ہو رہا تھا۔ یہ دونوں بھائی اس جلسے میں علمائے کرام کی تقریریں سننے کے لیے چلے گئے۔ حافظ اسماعیل روپڑی (مرحوم) سٹیج پر بیٹھے تھے۔ ان کو بتایا گیا تو انھوں نے برج لال کو سٹیج پر بلا کر کلمۂ شہادت پڑھایا اور دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ اس کا نام عبدالمجید رکھا گیا۔ عبدالرشید کو بڑے بھائی کے قبولِ اسلام سے بہت حوصلہ ہوا اور اس کی طاقت بڑھ گئی۔ کہنا چاہیے کہ اسلام نے اس گھر کا رخ کر لیا تھا۔

عبدالرشید اب درسِ نظامی کے نصاب کی رو سے دوسری جماعت میں داخل ہو چکے تھے اور پڑھنے میں تیز تھے۔ اس وقت اس مدرسے میں مولانا محمد صدیق کرپالوی (جنھیں بعد میں مولانا محمد صدیق لائل پوری کہا جانے لگا) مولانا محمد رفیق، مولانا حمزہ، مولانا عتیق اللہ، مولانا محمد داؤد بھوجیانی اور مولانا حافظ محمد بھٹوی پڑھاتے تھے۔ عبدالرشید کے اسباق مولانا محمد داؤد بھوجیانی اور مولانا حافظ محمد بھٹوی کے ذمے تھے۔

عبدالرشید کو جھوک دادو میں پڑھتے ہوئے دو سال ہو گئے تھے۔ اس اثنا میں والدہ کو ملنے کے لیے وہ کئی دفعہ اپنے گاؤں اسلام پور گئے۔ ہندو انھیں دیکھتے تھے لیکن کسی نے کبھی کچھ نہیں کہا۔ نہ کسی سے کوئی خاص بات ہوئی۔ البتہ ہندو عورتیں کہا کرتی تھیں کہ تم نے ماں کو چھوڑ دیا ہے اور اپنا مذہب ترک کر کے مسلمان ہو گئے ہو، یہ تمھیں بہت یاد کرتی ہے، تم اس کے پاس آ جاؤ۔

اب وقت کے قدم بڑھتے بڑھتے ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء تک پہنچ گئے اور برصغیر آزاد ہو گیا۔ حالات بالکل بدل گئے۔ عبدالرشید کے گاؤں اسلام پور میں (جیسا کہ پہلے بتایا گیا) ہندوؤں کے بیس گھر تھے۔ یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے اور مسجد میں جا کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ گائے ذبح کر کے اس کا گوشت بھی کھانے لگے۔ کچھ دن یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد ہندوؤں کی ڈوگرہ فوج ٹرک لے کر آئی تو یہ سب لوگ جو ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے تھے، ہندوستان جانے کے لیے فوج کے ٹرکوں میں سوار ہو گئے۔ البتہ عبدالرشید کی والدہ اور چھوٹا بھائی حاکم چند ہندوستان نہیں گئے۔ عبدالرشید کی والدہ کو ان کے تایا جیدیال مل نے یہ رائے دی کہ تمھارے دو بیٹے مسلمان ہو گئے ہیں۔ تم ماں بیٹا بھی مسلمان ہو جاؤ اور یہیں رہو۔ ہمارے ساتھ ہندوستان نہ جاؤ، معلوم نہیں یہاں سے جا کر کتنی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑے۔ اسی اثنا میں ان کی پھوپھی نے بھی اسلام قبول کر لیا، جن کا نام جنت بی بی رکھا گیا۔ چناں چہ اسلام قبول کرنے والے افراد اپنے گاؤں میں رہے اور مسلمان ہو گئے۔ باقی خاندان کے تمام لوگ یہاں سے نکل گئے۔ جھوک دادو میں عبدالرشید اور ان کے بھائی کو والدہ اور بھائی کے قبولِ اسلام کا پتا چلا تو بے حد خوش ہوئے اور فوراً گاؤں پہنچے۔ والدہ اور بھائی سے ملے۔ والدہ کا پہلا نام ریشم دیوی تھا، اب ان کا نام فاطمہ بی بی رکھا گیا۔ سب سے چھوٹے بھائی کا نام حاکم چند تھا، اب اس کا اسلامی نام عبدالحمید رکھا گیا۔

پہلے ان تینوں حقیقی بھائیوں کے ہندووانہ ناموں کی ترتیب یہ تھی: برج لال، کرشن لال اور حاکم چند۔

اب اسلامی ناموں کی ترتیب یہ ہوئی: عبدالمجید، عبدالرشید اور عبدالحمید۔

قیامِ پاکستان کے بعد نوجوان عبدالرشید اپنے آبائی پیشہ (دکان داری) کی طرف آتے ہیں۔

اس وقت اوکاڑہ میں ہندوؤں کی متروکہ الاٹ منٹ کی ذمہ داری حکومت کی طرف سے میاں عبدالحق ایم ایل اے کے سپرد کی گئی تھی۔ اس سلسلے میں عبدالرشید نے میاں عبدالحق سے بات کی تو انھوں نے ان کو ایک دکان الاٹ کر دی اور الاٹ منٹ چٹ بھی دے دی۔ انھوں نے اس دکان میں اپنی حیثیت کے مطابق سودا سلف ڈالا اور اس کی فروخت شروع کر دی۔ یعنی دکان دار ہو گئے۔ لیکن الاٹ منٹ چٹ ان سے کہیں گم ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ عرصے کے بعد متعلقہ سرکاری محکمے نے ان کو دکان سے بے دخل کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد پھر حالات بدلتے ہیں اور الاٹ منٹ چٹ کی گم شدگی عبدالرشید کے لیے بہت بڑی نعمت ثابت ہوتی ہے۔ انھوں نے ڈھلیانہ کے اسلامی مدرسے میں حصول علم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ وہی ڈھلیانہ گاؤں اور ڈھلیانہ مدرسہ ہے، جس میں ہم نے پہلی مرتبہ ۱۹۴۹ء میں عبدالرشید کو دیکھا تھا، جب وہ پندرہ سولہ سال کی عمر کے تھے۔ اگر الاٹ منٹ چٹ گم نہ ہوتی تو یہ پکے کاروباری ہوتے اور دکان داری کرتے۔ لیکن اللہ کو ان کا آبائی پیشے کی طرف آنا منظور نہ تھا، اس کی مشیت یہ تھی کہ مستقبل میں یہ اس کے دین کی خدمت کریں۔ چناں چہ اس نے ان کو اس راہ پر لگا دیا۔

ڈھلیانہ کے دینی مدرسے میں اس وقت حضرت مولانا حافظ محمد اسحاق (ساکن حسین خاں والا) مولانا حافظ عبداللہ (آف جھنڈا بگا) مولانا حافظ محمد بھٹوی اور مولانا حبیب الرحمٰن لکھوی (بن حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی) فرائض تدریس سرانجام دیتے تھے۔

رحمہم اللہ تعالٰی

اسی دوران عبدالرشید بیمار ہو گئے اور ٹائی فائڈ بخار کی گرفت میں آ گئے۔ بیماری کی وجہ سے انھیں گاؤں لایا گیا۔ انیس روز ان پر اس بخار کا زور رہا اور یہ بالکل بے ہوش رہے۔ ان کے معالج ڈاکٹر نصر اللہ تھے جو ان کے گاؤں کے رہنے والے تھے۔ آخر کار انھوں نے ان کی والدہ سے کہا کہ اس کا علاج میرے بس سے باہر ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس لڑکے کا آخری وقت آ گیا ہے۔ چناں والدہ نے ڈاکٹر کے اظہار مایوسی کے بعد دل کڑا کر کے بیٹے کے لیے کفن کا کپڑا خرید لیا اور اس کے سرہانے رکھ دیا۔ پھر چاول پکائے اور غریبوں اور مسکینوں کو تقسیم کیے اور ان سے بیٹے کی صحت کے لیے دعا کی درخواست کی۔ چاولوں کی تقسیم کا سلسلہ جاری تھا کہ ڈاکٹر آیا اور اس نے کہا کہ میرے پاس آخری چارۂ کار کے لیے ایک دوا ہے، وہ کھلا کر دیکھتے ہیں، ممکن ہے اللہ شفا بخش دے۔ چناں چہ ڈاکٹر نے ایک گولی عبدالرشید کے منہ میں ڈالی۔ گولی منہ میں جاتے ہی عبدالرشید کو قے آئی اور ان کے اندر سے خون کا ایک لوتھڑا نکلا، اس کے ساتھ ہی ان کی آنکھ کھل گئی اور زندگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ یہ باتیں صحت یابی کے بعد عبدالرشید کی والدہ نے بیٹے کو بتائیں۔ اپنے سرہانے پڑا ہوا کفن کا کپڑا ابھی انھوں نے دیکھا۔ اس وقت ان کی عمر بیس برس کی تھی۔ اب ماشاءاللہ وہ اپنی زندگی کی ۷۷ ویں منزل سے آگے نکل چکے ہیں۔ یہ اللہ کا ان پر خاص کرم ہے کہ ان کی ہر منزل پُر بہار رہی اور ہر منزل کا ہر قدم جادۂ مستقیم پر رہا۔

ان کا سالِ ولادت ۱۹۳۰ء ہے اور اس فقیر کا ۱۹۲۵ء ہے۔ اس حساب سے میں ان سے عمر میں پانچ سال بڑا ہوں اور عمل میں بہت سال پیچھے ہوں۔ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے **اعمار امتی ما بین الستین الی السبعین وقل ما یجوز** (کہ میری امت کے لوگوں کی عمریں ساٹھ سے ستر برس کے درمیان ہوں گی، ستر سے زیادہ عمر پانے والے کم تعداد میں ہوں گے۔)

اب تک تو کسی نہ کسی طرح گزر گئی۔ برائی کے ساتھ تھوڑی بہت اچھائی بھی چلتی رہی۔ ہر شخص کو برائی کا بھی پتا چل جاتا ہے اور نیکی کا بھی کسی نہ کسی طرح احساس ہو جاتا ہے۔

﴿ **فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ o ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ** ﴾

آئندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ تمام معاملات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ انسان کچھ سوچتا ہے، اللہ کو کچھ اور منظور ہوتا ہے۔

فعال لما یرید

بہرحال اللہ تعالٰی نے عبدالرشید کو صحت عطا فرمائی اور موضع ڈھلیانہ کے مدرسے میں دوبارہ حصولِ علم کا سلسلہ شروع کر دیا اور پھر اسی مدرسے سے انھیں سند فراغت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد لاہور آ کر دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں داخلہ لیا۔ اس کا نصاب مکمل کیا اور پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ اب وہ ہماری عام اصطلاح میں مولانا عبدالرشید تھے اور باعمل عالم۔ ساتھ ہی میرے خیال کے مطابق نہایت مخلص اور بلند اخلاق۔ مجھے یاد پڑتا ہے، انھیں مولانا عبدالرشید اسلام پوری کہا جاتا تھا۔ اس نسبت کی وجہ یہ تھی کہ ان

کا آبائی گاؤں اسلام پور تھا اور یہ بہت اچھی نسبت تھی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد ان کی شادی کا مسئلہ پیش آیا۔ ان کے خاندان کے تمام لوگ ہندو تھے اور قیام پاکستان کے بعد ہندوستان چلے گئے تھے۔ ان سے مذہبی، معاشرتی اور وطنی سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ اب مولانا محمد اسحاق گوہڑوی رحمانی مرحوم اور حافظ عبدالرشید گوہڑوی نے کوشش کر کے اپنے گاؤں (گوہڑ نزد پتوکی، ضلع قصور) میں ان کے لیے رشتے کا انتظام کر دیا۔ وہاں کی ارائیں برادری کے ایک بزرگ حاجی عبداللہ صاحب تھے جو پرہیز گاری اور صالحیت میں بڑی شہرت رکھتے تھے، ان سے مولانا محمد اسحاق رحمانی اور حافظ عبدالرشید گوہڑوی نے بات کی اور مولانا عبدالرشید ممدوح کی علمی اور عملی صلاحیتوں سے آگاہ کیا۔ وہ اپنے چند عزیزوں کے ساتھ ان کے گاؤں اسلام پور گئے۔ مولانا عبدالرشید کو دیکھا اور ان کی والدہ سے بات ہوئی اور نیک کردار حاجی عبداللہ نے ان کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ بہت سے رشتے داروں نے حاجی صاحب مرحوم کو رشتہ دینے سے روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ آپ ارائیں ہیں اور یہ لڑکا ہندو سے مسلمان ہوا ہے، یعنی نومسلم ہے، آپ اسے رشتہ نہ دیں، لیکن حاجی صاحب اپنی بات پر پکے رہے اور شادی ہوگئی۔ بیوی سلیقہ شعار، احکام اسلام کی پابند، فرماں بردار اور معاملہ فہم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نیک اولاد عطا فرمائی۔ شادی کے ۵۲ برس بعد اس نیک بخت خاتون نے ۱۶۔ مارچ ۲۰۰۵ء کو وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

تحصیل علم اور شادی کے بعد قدرتی طور پر مولانا عبدالرشید کو ذریعہ معاش کی فکر لاحق ہوئی۔ چناں چہ یہ پھر اپنے پرانے محسن میاں عبدالحق ایم ایل اے کے پاس گئے جو اس زمانے میں منٹگمری (ساہی وال) میں سکونت پذیر تھے، ان سے کسی آبرومندانہ ملازمت کے لیے کہا۔ انھوں نے ساہی وال کے ایک ہائی سکول میں بہ طور عربی ٹیچر ان کی تقرری کرادی۔ اس وقت ان کا قیام اپنے سسرال کے گھر موضع گوہڑ میں تھا۔ ساہی وال سے گوہڑ آئے اور اپنے سسرال والوں کو ملازمت کی خوش خبری سنائی۔ ظاہر ہے انھیں اس سے بہت مسرت ہوئی ہوگی۔ دوسرے دن انھوں نے وقت مقررہ پر سکول میں حاضر ہونا اور تدریس کا آغاز کرنا تھا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق صبح کے وقت گھر سے نکلے اور سائیکل پر سوار ہو کر ''واں رادھا رام'' پہنچے۔ وہاں کسی جگہ سائیکل رکھ کر بس کے ذریعے ساہی وال جانا چاہتے تھے۔ لیکن وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ اللہ کی مشیت کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اللہ کا فیصلہ تمام منصوبوں پر غالب آجاتا ہے۔ **ان اللہ علی کل شیء قدیر**

واں رادھا رام پہنچ کر سڑک پر کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ حضرت میاں محمد باقر صاحب بیٹھے ہیں۔ میاں صاحب نے ان کو نہیں دیکھا۔ ان کی نظریں نیچی تھیں۔ ان کو دیکھ کر دل میں خیال آیا کہ یہ مجھے سکول کی ملازمت سے روکنے کے لیے آئے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ مجھے دیکھ لیں، اس لیے جلدی سے ادھر ادھر ہو جانا چاہیے۔ لیکن فوراً ذہن نے فیصلہ کیا کہ یہ تو بہت بری بات ہے۔ میں دو سال ان کے پاس رہا ہوں اور ان سے استفادہ کرتا رہا ہوں۔ انھوں نے مجھے دین کی سیدھی راہ پر لگایا اور بہترین انداز سے میری تربیت کی۔ یہ میرے مربی ہیں، میرے مرشد ہیں، میرے ہادی ہیں، میرے بہت بڑے محسن ہیں۔ انھوں نے میرے دل کی بنجر زمین کو صالحیت کی نعمت عظمیٰ سے آشنا کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ ان سے نہ ملنا بہت بڑی احسان فراموشی ہوگی۔ چناں چہ یہ میاں صاحب کی طرف بڑھے اور انھیں سلام عرض کیا۔

انھوں نے اوپر نظر اٹھا کر ان کو دیکھا تو اپنے اندازِ خاص سے فرمایا:

بھرا تو کدے جاؤں ایں (بھائی تم کہاں جا رہے ہو؟)

جواب دیا: میں ساہی وال کے ایک ہائی سکول میں عربی ٹیچر مقرر ہو گیا ہوں، وہاں جا رہا ہوں۔ شادی ہوگئی ہے۔ غریب آدمی ہوں۔ کوئی کام تو کرنا چاہیے۔ یہ اچھا کام ہے جو آسانی سے مل گیا ہے۔

میاں صاحب کے چہرے پر عام طور سے مسکراہٹ چھائی رہتی تھی۔ مسکراتے ہوئے فرمایا: تم مسجد کے لیے پیدا ہوئے ہو اور تمھیں

مسجد ہی میں رہنا چاہیے۔ کسی مسجد میں بیٹھ جاؤ۔ کوئی بڑی کتابیں پڑھانے والا نہیں ملتا تو چھوٹے بچوں کو قاعدہ یسرنا القرآن پڑھانا شروع کردو۔ اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔ دنیا اور آخرت کے لیے یہی کام فائدہ مند ہے۔ اس قسم کی باتیں انھوں نے تفصیل سے کیں اور خدمت دین کے سلسلے کی کئی حدیثیں سنائیں۔ اس وقت مولانا عبدالرشید کی بیوی اسلام پور میں تھیں۔ دونوں وہاں پہنچ گئے۔ میاں صاحب نے ان کو بھی وعظ کیا، وہ بھی ان کی بات ماننے پر مجبور ہوگئیں۔

میاں صاحب وعظ کر کے اپنے گاؤں جھوک دادو چلے گئے اور مولانا عبدالرشید ڈھلیانہ کے اس مدرسے میں پہنچ گئے جہاں سے حصولِ علم کیا تھا اور سند فراغت لی تھی۔ مدرسے کے مہتمم حاجی قطب الدین سے بات کی تو انھوں نے ان کو مدرسے کا مدرس مقرر کرلیا۔ یعنی جس مدرسے میں یہ طالب علم کے طور پر رہے تھے، اب وہاں مدرس کی حیثیت سے خدمات سرانجام دینے لگے۔ تین سال سے اس مدرسے میں مولانا عبدالرشید کا سلسلۂ تدریس جاری تھا کہ اخبار الاعتصام میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کی طرف سے دارالعلوم تقویۃ الاسلام (واقع شیش محل روڈ۔ لاہور) کی بلڈنگ میں جامعہ سلفیہ کے درجہ تخصص کے اجرا کا اعلان پڑھا۔ یہ دو سال کا کورس تھا، مولانا عبدالرشید اسلام پوری درجہ تخصص میں شمولیت کے لیے لاہور پہنچ گئے۔ یہ درجہ دینی مدارس کے فارغ التحصیل حضرات کے لیے جاری کیا گیا تھا اور داخلے کے لیے باقاعدہ امتحان لیا گیا تھا۔ صرف تین امیدوار اس امتحان میں کامیاب ہوئے اور درجۂ تخصص کے دو سالہ کورس میں شمولیت کے اہل قرار دیے گئے، وہ تھے ہمارے ممدوح مولانا عبدالرشید اسلام پوری، حافظ عبدالرشید گوہڑوی اور حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی (بن حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی)۔

دوسرے درجے میں پانچ طلبا تھے، جن کا کورس تین سال کا تھا۔

اساتذہ مندرجہ ذیل پانچ حضرات تھے:

(۱)......حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی: مضمون: تفسیر الاتقان

(۲)......مولانا محمد اسماعیل سلفی: مضمون: مقدمہ ابن الصلاح (اصول حدیث)

(۳)......مولانا محمد حنیف ندوی: مضمون: البلاغۃ الواضحہ (علم معانی)

(۴)......مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی: عقائد کے سلسلے کی کوئی کتاب

(۵)......مولانا شریف اللہ خاں: ہدایہ اخیرین، توضیح وتلویح، مسلم الثبوت، سلم العلوم

جامعہ سلفیہ کا یہ سلسلہ تعلیم ایک سال دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں جاری رہا۔ اس کے بعد اسے لائل پور (فیصل آباد) منتقل کردیا گیا تھا۔ لیکن مولانا عبدالرشید اسلام پوری اور حافظ عبدالرشید گوہڑوی وہاں نہیں گئے۔

ان دونوں کو مزید تعلیم کے لیے مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے لاہور میں جامعہ اشرفیہ میں داخل کرادیا تھا۔ جامعہ اشرفیہ کے مہتمم اس زمانے میں مفتی محمد حسن صاحب مرحوم تھے جو مولانا غزنوی کے والد محترم حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی کے شاگرد تھے اور مولانا کا اپنے استاذِ عالی قدر کے فرزند گرامی ہونے کی وجہ سے بے حد احترام کرتے تھے، مولانا بھی ان سے بہت اکرام سے پیش آتے تھے۔ چناں چہ مولانا نے مفتی صاحب سے ان دونوں کے داخلے کے لیے فرمایا تو انھوں نے فوراً داخل کرلیا اور ایک سال وہاں تعلیم حاصل کی۔

مولانا عبدالرشید اور حافظ عبدالرشید کو تعلیم وتعلم سے دلی لگاؤ تھا اور درسی کتابیں انھوں نے بڑے شوق اور محنت سے پڑھی تھیں۔ جامعہ سلفیہ اور جامعہ اشرفیہ میں یہ ایک ایک سال معروف اساتذہ سے تعلیم حاصل کرچکے تھے، نیز خود حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے حلقہ شاگردی میں رہ چکے تھے، اس لیے مولانا ان کی قابلیت اور محنت سے آگاہ تھے۔ وہ ان دونوں کو رشیدین کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ انھوں نے دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں ان کی تقرری فرمادی۔ ان دونوں کی خوش قسمتی تھی کہ جوانی کے دور میں ان کو حضرت مولانا غزنوی نے یہ اعزاز بخشا اور ایسے دارالعلوم کے استاذ مقرر کیا جو تدریسی، علمی اور عملی اعتبار سے ایک عظیم الشان تاریخ رکھتا تھا۔

مولانا نے ان سے فرمایا کہ آپ دونوں (رشیدین) مجھ غزنوی سے وعدہ کریں کہ ہم غزنوی کو نہیں چھوڑیں گے اور میں غزنوی آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔

اس قول وقرار کے بعد مولانا نے ان کو دارالعلوم کے اساتذہ کی جماعت میں شامل فرما لیا۔ اس وقت حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب دارالعلوم کی مسند شیخ الحدیث پر متمکن تھے اور انھوں نے انھی کی نگرانی میں خدمت تدریس سرانجام دینا تھی۔ حضرت حافظ صاحب مرحوم جلیل القدر عالم، رفیع المرتبت مدرس، بہت بڑے مصنف اور بہت اچھے مترجم تھے۔ خوش کلام اور سب کے ہم درد۔ طلبا ان کے طریق تدریس سے بہت متاثر تھے۔ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ مولانا غزنوی کی وفات کے بعد دارالعلوم کی مسند اہتمام ان کے صاحب زادۂ گرامی قدر سید ابوبکر غزنوی کے سپرد ہوئی تو انھوں نے بھی ان سے انتہائی تکریم کا برتاؤ کیا۔ لیکن سید ابوبکر غزنوی کی وفات کے بعد دارالعلوم کے معاملات میں کچھ تبدیلی پیدا ہوئی تو حضرت حافظ صاحب کو مسند تدریس سے علیحدہ کر دیا گیا اور پھر ان کی خدمات حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کی قائم کردہ جامعہ قدس اہل حدیث لاہور نے حاصل کرلیں۔ انھوں نے وہیں ۴۔ جولائی ۲۰۰۲ء کو وفات پائی۔ اس عالم جلیل نے اپنے پیچھے ہزاروں شاگرد چھوڑے جو مختلف مقامات پر تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

بہر کیف حافظ عبدالرشید گوہڑوی اور مولانا عبدالرشید اسلام پوری نے شیخ الحدیث حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب کی نگرانی میں دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں سلسلہ تدریس کا آغاز کردیا۔ مولانا داؤد غزنوی ان دونوں پر خوش تھے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب بھی ان کے طریق تدریس سے مطمئن تھے۔ ہر ایک کا ایک سو پندرہ روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا گیا جو اس زمانے کے حالات کے مطابق بہت مناسب تھا۔



تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

ماہنامہ ''رُشد'' کا حرمت رسولؐ نمبر

تبصرہ نگار: **محمد سلیم چنیوٹی**

امن عالم کو تہہ وبالا کرنے کے لیے اہل مغرب اور اس کے دریدہ دہن پالتو افراد نے اپنی خبث باطنی اور ظاہری دریدہ دہنی سے اسلامی شعائر کی جس طرح تضحیک کی ہے یہ کوئی نئی بات نہیں۔ انھوں نے مسلمانوں سے تعصب وہٹ دھرمی کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمانوں کی ہمیشہ دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنے کی کوششیں کی ہیں۔

اس ساری دریدہ دہنی کا پیش امام یہودی دماغ رہا ہے۔ یہ یہود ہی کی خر دماغی ہے کہ وہ الکفر ملۃ واحدہ کا سہارا لے کر عیسائیوں کو بھی ساتھ ملا لیتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ یہودیوں کے ایک خبیث شخص بلکہ ذلیل جانور ڈینئل پائپس (امریکی یہودی) نے ڈنمارک کے تقریباً چالیس مشہور کارٹونسٹوں کو اللہ کے آخری اور حبوب نبی کریم ﷺ کے متعلق گستاخانہ وتوہین آمیز خاکے بنانے کا کہا۔ ان کارٹونسٹوں کی ایک بڑی تعداد نے یہ خاکے نہ بنانے کا عندیہ دیا مگر ان میں سے چند ایک خاکے بنانے کے لیے تیار بھی ہوگئے۔ چناں چہ انہی بدبختوں کے بنائے گئے خاکے جو تقریباً ۱۲ لوگوں نے بنائے تھے۔ بعدازاں انھیں ڈنمارک کے ایک چیتھڑے اخبار جیلانڈ پوسٹن نے شائع کردیا۔ اس خاکے کی اشاعت پر ظاہر ہے مسلمانوں نے شدید احتجاج ومظاہرے کیے۔ مگر ائمہ کفر کو ذرا بھی شرم نہ آئی اور انھوں نے مزید ممالک کفر کے اخبارات میں مکرر شائع کرکے اسلام وپیغمبر اسلام ﷺ سے دشمنی کا ثبوت دیا۔ اس گستاخانہ فعل پر عالم اسلام کے اندر آوازۂ احتجاج بلند ہوا اور سعودی عرب نے تو ڈنمارک کی مصنوعات کا نہ صرف بائیکاٹ کیا بلکہ اس کے سفیر کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔ اسی طرح دیگر اسلامی ممالک کے مسلمانوں نے اپنے اپنے طریقوں سے اس کارروائی پر اہل یورپ سے احتجاج کیا۔ رسائل وجرائد نے مضامین وکالم اور اداریے لکھ کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

زیرتبصرہ رسالہ ''رُشد'' کا حرمت رسول ﷺ نمبر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس خصوصی اشاعت میں جناب نبی کریم ﷺ کی حرمت پر بڑے وقیع اور شان دار مضامین لکھے گئے ہیں۔ جامعہ لاہور الاسلامیہ اور اس کے کارپردازان مبارک باد کے مستحق ہیں کہ جنھوں نے امامِ کائنات، فخر موجودات جناب رسول کریم ﷺ کی حرمت وتوقیر وفضیلت کی خاطر اپنی آواز کو بلند کرکے جناب رسالت مآب ﷺ سے محبت کا ثبوت دیا ہے۔

اس وقیع رسالے ونمبر میں جامعہ لاہور الاسلامیہ کے طلباء نے جس محنت ومحبت رسول ﷺ سے سرشار ہوکر لکھا ہے وہ قابل تعریف بھی ہے اور قابل ستائش بھی۔ اس کے علاوہ جید علمائے کرام ومفسرین قرآن کے مضامین بھی شامل کیے گئے ہیں۔

اس رسالے کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دیگر اسلامی وقومی اخبارات کے حرمت رسول ﷺ کے متعلق مضامین وتراشے اور نظمیں ونعتیں بھی تحریر کردی گئی ہیں۔ آخر میں مضامین حرمت رسول ﷺ کا اشاریہ بھی پیش کردیا گیا ہے۔ آج تک یہی سننے کو ملتا رہا کہ نبی پاک ﷺ کے گستاخانہ خاکے شائع کیے گئے ہیں۔ مگر پتا نہ چلتا تھا کہ دشمنانِ پیغمبر نے بنایا کیا ہے؟ اس کے متعلق نعیم الرحمٰن ناصف نے ان خاکوں کا صفحہ نمبر ۲۳ پر تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ اسی

طرح گستاخانہ خاکوں پر لوگوں کے اشکالات وسوالات کے جوابات بھی مفتیانِ کرام کے قلم سے تحریر کروائے گئے ہیں۔

۲۲۴صفحات پر پھیلا ہوا یہ خاص شمارہ جون ۲۰۰۸ء کی اشاعت ہے۔اس کی قیمت ۳۰ روپے رکھی گئی ہے۔کمپیوٹر کمپوزنگ اور سفید کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔آرٹ پیپر کور ہے۔

ملنے کا پتا: جامعہ لاہور الاسلامیہ ۹۹۔جے ماڈل ٹاؤن، لاہور

مومن کی زندگی کے آخری مراحل

مؤلف: مولانا عبدالرحمٰن عزیز الہ آبادی

ضخامت: ۱۱۲صفحات

قیمت: ۵۰روپے

ملنے کا پتا: شکیل ٹریڈرز کچھی گلی نمبرا، کراچی ۷۴۶۰۰

ناشر: ادارہ امر بالمعروف، حسین خان والا نمبر۸، پتوکی (قصور)

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

دنیا میں آنا، یہاں سے جانے کی تمہید ہے۔ ہر جان دار نے ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔موت کے بعد ہر مومن کی نماز جنازہ پڑھائی جاتی ہے۔زندگی میں انسان صحت مند بھی رہتا ہے، بیماری میں بھی مبتلا ہوجاتا ہے، اسے حادثہ یا کسی قسم کا نقصان بھی پیش آ سکتا ہے۔حقوق العباد کا تقاضا ہے کہ باقی مومن اپنے اس مصیبت میں مبتلا شخص کی اعانت وخبر گیری کی خاطر اس سے تعاون کریں۔اگر خدانخواستہ اس کا نقصان ہوجائے تو حتی الامکان اسے دوسرے بھائی پورا کردیں۔اگر ایک بھائی فوت ہوجائے تو زندہ مومنین پر اس مرنے والے مومن کی نمازِ جنازہ میں شرکت فرضِ کفایہ ہوجاتی ہے۔

زیر تبصرہ کتابچہ جماعت اہل حدیث کے بزرگ عالم دین، مبلغ، خطیب اور ادیب شخصیت مولانا عبدالرحمٰن صاحب عزیز الہ آبادی حفظہ اللہ نے مرتب فرمایا ہے۔ انھوں نے اس کتابچے میں مومن کی بیماری، بیماری سے گناہوں کی معافی، بیمار پرسی کے آداب، مریض کی دعائیں اور ان کی قبولیت، مومن کی نماز جنازہ اور دیگر مواقع پر مسنون دعاؤں کے تذکرے جیسے موضوعات اس میں درج فرمائے ہیں۔انھوں نے اس کتابچے میں بڑی محنت اور جدوجہد سے صحیح احادیث اور قرآنی آیات اور پھر ان کی مناسب تشریح کرکے مثالیں دے دے کر مناسب رہنمائی کا خاطر خواہ انتظام کردیا ہے۔

جید علمائے کرام وصحافی حضرات کی تقاریظ سے اس کتابچے کی افادیت مزید واضح ہوجاتی ہے۔

دعا ہے اللہ کریم اس کتابچے کو مفید فرمائے اور مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے بڑے اہم موضوع پر یہ کتابچہ تحریر فرمایا ہے۔



اہم اعلان

الحمد اللہ الحکمۃ (ایک ہزار صفحات پر مشتمل احادیث مبارکہ کا دلنشین مجموعہ) کی احباب میں تحفۃً تقسیم جاری ہے۔

اس کے علاوہ الفرقان تیسواں پارہ (صفحات ۶۳۲)

شریعت اسلامیہ کے محاسن حصہ اول (صفحات ۴۵۰)

یہ کتابیں چھپ چکی ہیں اور یہ اُن خواتین وحضرات کی خدمت میں پیش کی جارہی ہیں جو دعوتِ دین کے کام میں مصروف ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب سے یہ خدمات قبول فرمائے اور ہمیں ایمان اور اخلاص کی نعمت سے مالا مال فرمائے، آمین۔

نوٹ: یہ تمام کتب دستی دی جاتی ہیں۔ڈاک میں بھیجنے کا کوئی انتظام نہیں۔

[شیخ عمر فاروق B/15۔وحدت کالونی، لاہور۔فون 7585960]

ایڈیٹر کی ڈاک

حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری حفظہ اللہ کا

مکتوبِ گرامی

عزیزم مولانا محمد اسحٰق بھٹی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ خریت طرفین مطلوب!

چند گزارشات بمشکل ضعف کی وجہ سے ارسالِ خدمت ہیں اپنے مبارک قلم سے تصحیح کر کے کسی مناسب اشاعت میں شائع کروا دیں۔خادم قرآن وسنت مطہرہ

① ...... بندہ نومبر ۱۹۴۹ء کو رائیونڈ سے بورے والا آ گیا۔زادِ سفر ایک تفسیر ابن کثیر مصری کی جلد اوّل تھی۔اُن دونوں بورے والا میں صرف جھگی نما ایک چھوٹی کچی مسجد تھی بجلی وغیرہ بھی یہاں نہیں تھی۔ دیسی سرسوں کے تیل کی روشنی میں بعد نمازِ فجر قرآنِ پاک کا درس شروع کیا گیا۔ بلاناغہ درس کے باوجود ۱۰ سال میں تفسیر ابن کثیر کی چاروں جلدوں کا درس اللہ کی توفیق سے ختم ہوا۔اللہ کے اس احسان کے شکریے کے طور پر حاضرین کی دودھ اور چائے سے دعوت کی گئی، الحمدللہ۔

② ...... دوسری دفعہ ۱۹۵۹ء میں دوبارہ درسِ قرآن شروع کیا گیا اب کتابوں کی فراہمی بھی کچھ آسان ہوگئی تھی۔ مالی طور پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی برکت سے خوشحالی عطا فرما دی (تفسیر خازن، تفسیر کبیر، تفسیر ابن جریر، فتح القدیر، مدارک، جلالین، جامع البیان) دیگر کئی مختلف مکتبہ فکر کے علمائے عظام کے تراجم مہیا ہوگئے۔تفسیر ابن کثیر کو آگے رکھ کر دوسری تفاسیر کی معاونت سے ۱۲ سال میں ۱۹۷۱ء میں دوبارہ درس قرآن پاک ختم ہوا، الحمدللہ۔

③ ...... تیسری بار ۱۹۷۲ء میں اللہ کی رحمت سے درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا۔اب بیرونِ شہر میں بھی تبلیغی پروگراموں کا سلسلہ شروع ہوگیا، ملک کے بڑے بڑے مرکزی مقامات کے جلسہ جات میں شمولیت کے بعد رات کو صبح تک واپس بورے والا آ جاتا۔قرآن پاک کے درس میں ناغہ نہ کیا جاتا۔کئی دفعہ دور دراز کے علاقہ میں دو، تین مسلسل پروگرام رکھے ہونے کی وجہ سے مقامی طور پر درس کا ناغہ ہوجاتا اس کے باوجود ۱۹۸۵ء میں تیسری مرتبہ درس قرآنِ پاک ختم ہوا، الحمدللہ

جو کچھ ہوا تیرے کرم سے ہوا مولا
جو ہو گا تیرے کرم سے ہو گا

④ ...... ۱۹۸۵ء میں چوتھی بار درسِ قرآن پاک کا پروگرام شروع ہوا۔اب بینائی کی کمزوری کی وجہ سے آنکھوں کا آپریشن بھی کروانا پڑا اس لیے بذریعہ عینک درسِ قرآن شروع کیا گیا۔۱۹۹۷ء میں درسِ قرآنِ پاک کا سلسلہ ختم ہوا۔

اس دوران تین دفعہ بیرونِ ملک بھی جانے کا موقع ملا۔

⑤ ...... پانچویں بار درسِ قرآن صرف نظر کی کمزوری کی وجہ سے سادہ اور موٹے خط والے قرآن پاک کو آگے رکھ کر شروع کیا گیا۔ چند سالوں کے بعد گھٹنوں میں تکلیف کے باعث زمین پر بیٹھنا مشکل ہوگیا تو کرسی پر بیٹھ کر قرآنِ پاک کا درس دیتا رہا۔اب ۲۰۰۳ء میں مرکزی جامع مسجد اہل حدیث کی سہ بارہ تعمیر مکمل کی گئی اور جسمانی طور پر بڑھاپے کی وجہ سے کافی کمزوری ہوگئی ہے۔ اس لیے اب درسِ قرآنِ پاک بعد از نماز فجر کی بجائے بعد از نماز عصر منبر پر بیٹھ کر دے رہا ہوں۔

نوٹ: سات سال قبل از تقسیم ملک، ایک سال رائیونڈ ضلع قصور، کل ۶۸ سال درسِ پاک کی مدت ہے۔ اس کے علاوہ شروع میں قرآنِ ناظرہ سے ابتدا کر کے ترمذی شریف تک ترجمہ قرآنِ پاک وتفسیر دیگر دینی کتب کی تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔

نوٹ: مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تنظیم رکن سازی میں بھی اپنے رفقائے عظام مرحومین کے ساتھ پوری جان فشانی سے خدمت کا موقع اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اور ۲۵ سال تک ضلع ملتان جو کہ پاکستان کا سب سے بڑا ضلع تھا (اب یہ چار ضلعوں میں تقسیم ہے: ۱۔ ملتان، ۲۔خانیوال، ۳۔ لودھراں، ۴۔ وہاڑی) کا امیر رہا اور حضرت مولانا عبدالرشید صدیقی رحمہ اللہ آف ملتان ناظم اعلیٰ رہے۔

خادمِ قرآن وسنت: محمد عبداللہ گورداس پوری، خطیب مرکزی جامع مسجد اہل حدیث بوریوالہ (۱۹۴۹ء سے تاحال)

فہرست اردو کتب

مکتبہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

۲۹۷ء۲۷ علامہ خالد محمود

خ ۱۹ ح حدیث ثقلین، ص:۲۶۲، ادارہ حفظ معارفِ اسلامیہ لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۲۶ محمد بن اسماعیل بخاری، مترجم: علامہ وحید الزمان

ب۳۰و تیسیر الباری ترجمہ وشرح صحیح البخاری، ج:۹، تاج کمپنی لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۲۷ مولانا عبدالرؤف رحمانی

ر۵۱۴ن نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری، ص:۲۰۸، ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ پاکستان ۱۹۸۲ء

۲۹۷ء۲۷ عبدالرؤف رحمانی (مجموعہ چار کتب)

ر۵۱۴ن (۱) نصرۃ البخاری فی بیان صحہ البخاری

(۲) حکم اللہ الواحد الصمد، ص:۲۴۰، قاری محمد سعید

(۳) مودودیت اور احادیث نبویہ، ص:۱۲۴، عبداللہ محدث روپڑی

(۴) ابوحنیفہ کی تدوین قانون سازی، ص:۵۶، ڈاکٹر حمید اللہ

۲۹۷ء۲۷ ابومحمد بدیع الدین شاہ راشدی

ر۲۸ت رسالہ مبارک بنام تنقید سدید بررسالہ اجتہاد وتقلید، ص:۴۰۶، ادارہ احیاء التراث اہل السنہ گوجرانوالہ۔س،ن

۲۹۷ء۲۷ محمد رئیس ندوی

ر۹۲ل اللمحات الی ما فی انوار الباری من الظلمات، ج:۴، المکتبہ الاثریہ جامع مسجد اہل حدیث باغوالی سانگلہ ہل

۲۹۷ء۲۷ محمد شرف الدین

ش۴۵۲ب برق اسلام، ص:۲۴۸، مدینہ پرنٹنگ ہاؤس گنپت روڈ لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۲۷ منور حسین سیف الاسلام دہلوی

س۹۶ق قرآنی تعزیرات بجواب پرویزی خرافات، ادارہ فلاح دارین پیرمکی بازار لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۲۷ ابوالاشبال احمد شاغف بہاری

ش۱۴۴ام مقالات شاغف، ص:۵۴۴، بیت الحکمت لاہور ۲۰۰۶ء

۲۹۷ء۲۷ مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

ص۱۷ا انکارِ حدیث کے نتائج، ص:۱۷۸، انجمن اسلامیہ گوجرانوالہ ۱۴۰۳ھ

۲۹۷ء۲۷ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر

ص۸۱ص صرف ایک اسلام بجواب دو اسلام، مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ۱۴۰۳ھ

۲۹۷ء۲۷ محمد صادق سیالکوٹی

ص۲۱ض ضربِ حدیث، ص:۴۰۸، بازار دھارو وال سیالکوٹ۔ س،ن

۲۹۷ء۲۷ مولانا عبدالجبار محدث

ع۲۷ا خاتمہ اختلاف، ص:۱۱۵، رحمانی کارپوریشن کراچی ۱۹۷۸ء

۲۹۷ء۲۷ عبدالسلام بھٹوی

ع۳۸ا ایک دین اور چار مذہب، ص:۵۶، اہل حدیث یوتھ فورس گوجرانوالہ۔س،ن

۲۹۷ء۲۷ عمر فاروق سلفی

ع۲۴ا اتباع سنت، ص:۱۴۴، دارالکتب السلفیہ شیش محل روڈ لاہور ۲۰۰۵ء

۲۹۷ء۲۷ سید محمد بدر عالم

ع۲۰ج جواہر الحکم، حصہ سوم، جمعیۃ علماء ترانسوال جنوبی افریقہ ۱۳۸۳ھ

۲۹۷ء۲۷ سید محمد بدر عالم

ع۶۰ح حجیت حدیث، ص:۱۲۸، المطبعۃ الاسلامیہ السعودیہ لاہور ۱۹۷۹ء

۲۹۷ء۲۷ مولانا عبدالغفار حسن رحمانی

ع۴۴ع عظمت حدیث، ص:۴۴۴، دارالعلم اسلام آباد ۱۹۸۹ء

ہفت روزہ الاعتصام کے لیے خصوصی تعاون کی درخواست

احباب جماعت کے علم میں ہے کہ ہفت روزہ الاعتصام ایک خالصتاً مسلکی و جماعتی اور قرآن وسنت کی ابدی تعلیمات پر مبنی اشاعتی جریدہ ہے۔ یہ پاکستان کے قیام کے بعد اوّلین مسلکی رہنمائی کرنے والا اور جماعت اہل حدیث کے قدیم ترین جرائد میں سے ایک ہونے کا اعزاز بھی رکھتا ہے۔ موجودہ عالمی مہنگائی اور آئے روز کی نہ ختم ہونے والی گرانی کے باعث ''الاعتصام'' بھی متاثر ہونے والوں میں شامل ہے۔

محبّین الاعتصام ہمیشہ اپنے تعاون خاص سے اسے نوازتے رہے ہیں۔ ہم جماعت واہل خیر کی توجہ مبذول کروا رہے ہیں کہ اپنے مال کو خرچ کرتے وقت اس ادارے کے لیے بھی تعاون فرمائیں۔

اللہ کریم ضرور آپ کو اجر عظیم سے نوازے گا، ان شاء اللہ۔

[ادارہ الاعتصام، ۳۱۔ شیش محل روڈ لاہور ۵۴۰۰۰]